

# سُنَّتِ اِمْرَات

پروفیسر ڈاکٹر حفیظ الرحمن صاحب  
آزادی کا دار

مکتبہ خلیل

# سنتِ لہجہ

حضرت میرزا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ • غزنی سڑک • اُردو بازار • لاہور

**Rs/- 20**

[www.ownislam.com](http://www.ownislam.com)

# فہرست مضامین

صفحہ	موضوع	صفحہ	پیش لفظ
۳۵	حضرت ابوالحسین نوویؒ		مقدمہ
۳۵	حضرت شاہ کرمائیؒ		ایک اتفاقی حادثہ
۳۶	حضرت ابوسعید خدریؒ	۳	ایک دردمندانہ گذارش
۳۶	حضرت ابوالعباس ابن عطاءؒ	۵	بدعت کیا چیز ہے، اور ہمیں کیا خرابی ہے
۳۶	حضرت ابراہیم خواصؒ	۷	بدعت تحریف دین کا راستہ ہے۔
۳۷	حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ	۱۲	بدعت حسنہ اور سیئہ
۳۷	حضرت ابواسحاق رقاشیؒ	۱۴	بدعت کی مذمت قرآن وحدیث میں
۳۸	حضرت ممشاد دینوریؒ	۱۶	بدعت صوفیائے کرام کی نظر میں
۳۸	حضرت ابو علی روزباریؒ	۲۲	امام طریقت حضرت فضیل بن عیاضؒ
۳۹	بدعات مردوجہ	۲۲	حضرت ابراہیم بن ادہمؒ
۴۰	صلوٰۃ وسلام کا مردوجہ طریقہ	۲۳	حضرت ذوالنون مصریؒ
۴۸	ہمدردانہ مشورہ	۲۵	حضرت بشر حافیؒ
۴۹	حیلہ اسقاط یاد دہ	۲۶	حضرت ابوبکر ترمذیؒ
۵۶	مسائل فدیہ نماز و روزہ وغیرہ	۲۷	حضرت ابویزید بسطامیؒ
۵۸	سایہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۹	حضرت سہیل تستریؒ
۶۲	مزارات اولیاء اللہ کی	۳۱	حضرت جنید بغدادیؒ
	شرعی حیثیت	۳۲	حضرت ابونعمان حیرمیؒ
	(مستقل رسالہ)	۲۳	

(۵)

## پیش لفظ

بدعت کا طوفان اس وقت جس زور و شور سے اٹھا ہے اس نے علمائے اہل قلم کو ایک بار پھر اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ شومئی قسمت کے یہ طوفان عین اس وقت اٹھا جب کہ مسلمانانِ پاکستان پر عیسائیت، کمیونزم، قلابیت اور انکارِ حدیث کے فتنوں کی ہر طرف سے یلغار ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اتحاد کی جتنی ضرورت اس وقت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو، لیکن عین اسی وقت بدعات کا جہم گیر طوفان بھی پورے زور و شور سے اٹھ کھڑا ہوا۔ علمائے حق کی فکری قوتیں اور زورِ قلم جو عیسائیت، کمیونزم، قلابیت اور انکارِ حدیث کے مقابلہ میں مشغول تھا وہ مجبوراً اپنے اصل میدان سے ہٹ کر داخلی انتشار کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ یہ ایسا المیہ ہے کہ اس پر حق نے التوبائے جائیں کم ہیں یہ رسالہ سنت و بدعت، ”در حقیقت کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ ردِ بدعات پر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہم کے متفرق مضامین اور رسائل کا مجموعہ ہے، ان میں سے بعض علیحدہ علیحدہ مختلف صورتوں میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ تقارئین کی سہولت اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر احقر نے اسے یکجا کتابی شکل میں ترتیب کیا ہے اور حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے بکثرت تقسیم کیا جائے تاکہ جو لوگ ناواقفیت سے بدعت کی تباہ کاریوں میں سرگرواں ہیں انہیں سنت کی مشعل راہ میسر ہو سکے۔ واللہ المستعان

## مقدمہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق آخر زمانہ میں فتنوں کی کثرت ہونے والی تھی وہ بروئی اور ہوتی چلی گئی۔ ہم جیسے ضعیف القوۃ، ضعیف الممتہ، ضعیف الایمان لوگوں کی نسبت اس دور میں آئی جب کہ پوری دنیا کو فتنوں نے گھیر لیا ہے۔ روز و شب نئے نئے فتنوں کے بارش ہے

لیکن جیسے فتنوں کا زمانہ مشکلات کا خازن ہے ویسے ہی اس زمانہ میں صحیح طریق سنت پر قائم رہنے اور دوسروں کو قائم رکھنے کے خصائل بھی بے عدوبے قیاس ہیں۔ حدیث میں ہے :-

العبادة في المهرج كالحج إلى فتنه کے زمانہ میں عبادت کرنا ایسا ہے  
نعاہ مسلم (مشکوٰۃ) جیسے کوئی ہجرت کر کے میرے پاس آجائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص فساد و امت کے زمانہ میں میری سنت کو زندہ کرے اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں سنت کے مطابق نیک

عمل کرنے والے کا ثواب پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب رکھتا ہے۔  
اور وہ پچاس بھی آج کے نہیں بلکہ صحابہ کرام میں سے پچاس آدمی۔

اور جس وقت بدعات و منکرات دنیا میں پھیل جائیں اس وقت کے  
اہل علم کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کو اس وقت اپنے  
علم کا اظہار کرنا چاہیے اور جو ایسا نہ کرے اس پر سخت وعید فرمائی ہے۔

(لما اخرجہ الاجرى فی کتاب السنۃ عن معاذ بن جبل و سیاقی قسما مہ) (۱)  
چنانچہ ہر زمانہ ہر دور کے علماء نے اپنے اپنے زمانہ میں فتنوں کے طوفان میں  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے صحیح طریقہ کو روشن کیا اور بدعات و  
محدثات کی تبلیغ کو روک دیا۔

لیکن آج کل جن فتنوں کا طوفان ہے۔ ان میں ایک طرف لادینی، انکارِ  
خدا، انکارِ رسالت، انکارِ حدیث، انکارِ ختم نبوت کے وہ فتنے ہیں۔ جن کی  
ضرب براہِ راست اسلام کی بنیادوں پر پڑتی ہے۔ اس ناکارہ نے ہوش  
سنبھالنے کے بعد سے دینی تعلیم و تبلیغ فتویٰ اور تصنیف و تالیف کے مثبت  
کام کے ساتھ جو کچھ کام ہو سکا وہ انہیں فتنوں کے مقابلہ میں کیا جو اعتقادی  
بدعات ہیں عملی بدعات و محدثات کے سلسلے میں اب تک کوئی خاص کام  
نہیں ہو سکا۔ حال میں ایک محترم دوست نے اپنے ماہنامہ کے لیے بدعات  
کی تعریف اور اس کی خرابیوں پر مشتمل ایک مقالہ لکھنے کے لیے مجھے فرمایا اور  
خلافتِ عادت کچھ ایسے اصرار سے فرمایا کہ اپنی بے شمار ذمہ داریوں ہر وقت  
اور اس پر طبعی ضعف کے باوجود وعدہ کر لینے کے سوا چارہ نہ رہا۔

کچھ لکھنا شروع بھی کیا، لیکن صبح سے رات کے بارِ قبجے تک تمام اوقات  
مشغول، وقت کہاں سے لاؤں۔

ایک اتفاقی حادثہ | مگر بحکم قضا و قدر ۲۳ رجب ۱۳۶۷ھ ۲۴ مارچ ۱۹۵۷ء میں دوپہر کے کھانے کے ساتھ

ہڈی کا ایک نوکیلا ریزہ حلق میں اتر گیا اور احساس اس وقت ہوا جب وہ کافی نیچے پہنچ کر حلق میں پھنس گیا۔ جوں جوں اُسے نیچے اتارنے کی تدبیریں کیں وہ اور حلق کے گوشت میں پیوست ہوتا چلا گیا۔

یہی وہ منزل ہے جہاں انسان کے سارے عزائم، پروگرام اور مشاغل ایک منٹ میں ختم ہو جاتے ہیں۔

کراچی میں حلق کے اسپیشلسٹ ماہر ڈاکٹر شفیع الدین خاں صاحب نے خصوصی عنایت و توجہ سے ایک سرے کے بعد جب ہڈی کو حلق میں پیوست دیکھا تو بے ہوش کر کے بغیر اپریشن کے نکال لیا۔

حق تعالیٰ نے دوسری زندگی عطا فرمائی پچھلی زندگی کی بربادی پر افسوس اور نئی زندگی کو ٹھکانے لگانے کی ملی جلی فکریں دل و دماغ پر چھائی ہوئی۔ ادھر دل و دماغ حادثہ کے اثر سے دکھے ہوئے کسی کام پر اقدام کی اجازت نہیں دیتے۔ ڈاکٹروں اور دوستوں کی بھی یہ تاکید کہ چند روز آرام کیا جائے تجویز یہ ہوئی کہ دارالعلوم کراچی کی جدید عمارت جو شہر سے دس بارہ میل دُور شرائی گوٹھ میں بنی ہے چند روز وہاں رہا جائے۔

بالآخر اتوار ۳۰ شعبان ۱۳۷۰ھ کو یہاں آگیا۔ یہاں کی صحت بخش آب و ہوا اور کھلی فضا کو حق تعالیٰ نے اس نئی زندگی کی غذا بنا دیا اور اب اس فرصت میں طبیعت کچھ کام تلاش کرنے لگی۔ بدعت و سنت کا یہ مقالہ جو زیر تحریر تھا اور اسی طرح ایک دوا و ضروری مضامین جو زیر تحریر تھے ان



کی تکمیل کا خیال آیا بنام خدا تعالیٰ شروع کیا تو دو روز میں بعونہ تعالیٰ یہ زیر نظر رسالہ تیار ہو گیا۔

اس پوری داستان کو سامنے رکھ کر جب ذرا بھی حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو انسانی عزم و ارادہ اور اس کے سعی و عمل اور اس میں کامیابی و ناکامی کی پوری حقیقت محسوس ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہاں کچھ اپنا نہیں ہے ہر حرکت ہر سکون ہر عمل ہر سعی اسی رب العالمین کا کرم ہی کرم ہے۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کو اس میں مشغول کر کے اس کے برائے نام کسب و اختیار کے نام پر اس کے نامہ اعمال میں ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔  
(فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلَهُ الْآخِرَةُ)

# ایک دردمندانہ گزارش

## بدعت و سنت کی جنگ میں ایک لمحہ فکرمی

بدعت کی تعریف اور اس کی خرابیاں از روئے قرآن و سنت آگے آتی ہیں۔ لیکن اس جگہ ایک بات ہر وقت پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص سنت کے اتباع اور بدعت کی مخالفت کی دعوت دیتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا منشاء بحمد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کے دین کی حفاظت کے اور کچھ نہیں۔

اسی طرح جو شخص کسی بدعت میں مبتلا ہے۔ منشاء اس کا بھی اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی رضا حاصل کرنا ہی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بدعت کو وہ بھی گمراہی کہتا اور بُرا سمجھتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ علم صحیح نہ ہونے کے سبب وہ کسی بدعت کو بدعت نہیں سمجھتا بلکہ اس کو عبادت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کیے ہوئے ہے۔

اس لیے ضرورت اس کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کی خیر خواہی کو اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے ہمدردی و خیر کے لہجہ میں مسلمانوں کو حقیقت امر سے واقف کرایا جائے۔ تشدد، طعنہ زنی، الزام تراشی کے طریقوں سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے کہ ان سے

کبھی کسی کی اصلاح نہیں ہوتی، ”بدعتی“ وہابی کے طعن آمیز خطابات سے پرہیز کیا جائے اور کسی کے کلام کو توڑ مروڑ کر اس کے منشاء و مقصد کے خلاف اس پر غلط الزام لگانا کھلا بہتان ہے جس کے تھام ہونے میں کسی کو کسی تردد کی گنجائش نہیں۔ آخرت کے حساب کو سامنے رکھتے ہوئے ان حرکات سے باز رہا جائے۔

اس مختصر گزارش کے بعد اصل مقصد پر آتا ہوں اور چونکہ اصل خرابی بتواتفیت اور بدعت کو بدعت نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے پہلے بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت لکھتا ہوں۔

إِنْ أَمَدْتُ إِلَّا إِلَىٰ صِلَاحٍ مَا اسْتَطَعْتُ

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

# بدعت کیلئے تیز ہے؟

## اور اس میں کیا خرابی ہے؟

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً، بدعت کی یہ تعریف علامہ برکوی کی کتاب الطریقتہ الحمدیہ، اور علامہ شاطبی کی کتاب الاعتصام سے لی گئی ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لیے جو نئے نئے آلات اور طریقے روزمرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ بطور عبادت اور بہ نیت ثواب نہیں کیے جاتے یہ سب جائز اور مباح ہیں بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً صراحۃً یا اشارۃً وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہو گئی۔ وہ بھی بدعت میں داخل نہیں۔ جیسے مروجہ مدارس اسلامیہ اور تعلیمی تہذیبی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن وحدیث کے لیے صرف و نحو اور ادب عربی اور فصاحت و بلاغت کے فزون یا مخالفت اسلام فرقوں کا رد کرنے کے لیے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے جدید اسلحہ اور جدید طریق جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت تھیں یا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب دائمی اور ضرورت اس عہد مبارک میں موجود نہ تھی۔ بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علم و اُمت نے اس کو پورا کرنے کے بہت سبب تدبیریں اور صورتیں اختیار کر لیں۔

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت تھیں نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں گویا یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدين ہے۔ اور احادیث میں مما لعت احداث فی الدین کی آئی ہے احداث للدين کی نہیں یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لیے لہ ضرورت زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کر لینا ممنوع نہیں۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہد رسالت میں اور زمان مابعد میں یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا، جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں۔ اس کو بدعت کہا جائے گا اور یہ از روئے قرآن و حدیث ممنوع و ناجائز ہوگا۔

مثلاً درود و سلام کے وقت کھڑے ہو کر پڑھنے کی پابندی۔ قراء کو کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنے کے لیے مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دعا مانگنے کے پابندی۔ ایصالِ ثواب کے لیے تہجد چہلم وغیرہ کی پابندی۔ رجب و شعبان وغیرہ کی متبرک راتوں میں خود ایجا و چیزوں کی نمازیں اور ان کے لیے چراغاں وغیرہ اور پھر ان خود ایجا و چیزوں کو فرض و واجب کی طرح سمجھنا ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ درود و سلام، صدقہ خیرات، اموال کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز و عبادت، نمازوں کے بعد دعا و یہ سب چیزیں عبادات ہیں ان کی ضرورت جیسے آج ہے۔ ایسے ہی عہدِ صحابہ میں بھی تھی۔ ان کے ذریعہ ثواب آخرت اور رہائے الہی حاصل کرنے کا ذوق و شوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہو سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو ان سب سے زائد تھا۔ کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرامؓ سے زائد ذوق عبادت اور شوقِ رضا و الہی حاصل ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ کل عبادۃ لم يتعبدها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدها فان الأول لم يدع للأخو مقالا فاتقوا الله يا معشر المسلمين وخذوا بطريق من كان قبلكم یعنی جو عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو کیونکہ پہلے لوگوں نے کچھ لوگوں کے لیے کرنا کرنا نہ سمجھا تھا۔

خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو اور اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی منقول ہے (انتقام للشاطیٰ ص ۱۱۱)

## بدعت کے ناجائز و ممنوع ہونے کی وجوہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب یہ سب کام عہد رسالت میں بھی عبادت کی حیثیت سے جاری تھے تو ان کے ایسے طریقے اختیار کرنا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اختیار نہیں کیے ان کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے کیا یہ مقصد ہے کہ ان عبادات کے یہ نئے طریقے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو معلوم نہ تھے آج ان دعوے داروں پر انگشتا ہوا ہے اس لیے انہوں نے اختیار نہیں کیے یہ کر رہے ہیں۔

دین میں کوئی بدعت نکالنا رسول اللہ ﷺ اور اگر کہا جائے کہ ان کو معلوم تھے مگر لوگوں کو پر خیانت کی تہمت لگانا ہے

معاذ اللہ ان حضرات پر دین میں بخل و خیانت اور تبلیغ رسالت کے فرائض میں کوتاہی کا الزام نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ رسالت میں خیانت کی کہ پوری بات نہیں بتلائی۔

بدعت نکالنا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ دین عہد رسالت میں مکمل نہیں ہوا تھا میں نے آج تم پر اپنا دین مکمل کر دیا، دوسری طرف عبادات کے نئے نئے

ایک طرف تو قرآن کا یہ اعلان آیوم اکملت لکم دینکم یعنی

طریقے نکال کر عملاً یہ دعویٰ کہ شریعت اسلام کی تکمیل آج ہو رہی ہے۔ کیا کوئی مسلمان جان بوجھ کر اس کو قبول کر سکتا ہے۔

اس لیے یقین کیجیے کہ عبادات کا جو طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھتے ہیں کتنا ہی دل کش اور بہتر نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں اسی کو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ ما لہ یکن یومئذ دینا لا

یکون الیوم دینا یعنی جو کام اس زمانہ میں دین نہیں تھا۔ وہ آج بھی دین نہیں کہا جاسکتا۔ انہوں نے ان طریقوں کو معاذ اللہ تو ناواقفیت کی بناء پر چھوڑا تھا نہ سستی یا غفلت کی بناء پر بلکہ ان کو غلط اور مضرب سمجھ کر چھوڑا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جو ثانی فاروق اعظمؓ سمجھے جاتے تھے انہوں نے یہی مضمون اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔

آج اگر کوئی شخص نماز تین کے بجائے چار رکعت اور صبح کی دو کے بجائے تین یا چار پڑھنے لگے یا روزہ مغرب تک رکھنے کے بجائے عشاء کے بعد تک رکھے تو ہر سمجھ دار مسلمانوں اس کو برا اور غلط اور ناجائز کہے گا۔

حالانکہ اس سبب نے بظاہر کوئی گناہ کا کام نہیں کیا کچھ تسبیحات زیادہ پڑھیں کچھ اللہ کا نام زیادہ لیا۔ پھر اس کو اتفاق برا اور ناجائز سمجھنا کیا صورت اسی لیے نہیں کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے اور سکھائے ہوئے

طریقہ عبادت پر ڈیڑی کر کے عبادت کی صورت بدل ڈالی اور ایک طرح سے اس کا دعویٰ کیا کہ شریعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل نہیں کیا تھا۔ اس نے کیا ہے یا معاذ اللہ آپؐ نے اولے امانت میں کوتاہی اور خیانت برتی ہے کہ یہ نئے اور مفید طریقہ بابت عبادت لوگوں کو نہیں بتلائے۔



اب غور کیجیے کہ نماز کی رکعات تین کے بجائے چار پڑھنے میں اور نمازوں و دعاؤں، درود و سلام کے ساتھ ایسی شرطیں اور طریقے اضافہ کرنے میں کیا فرق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول نہیں حقیقت یہ ہے کہ عبادات شرعیہ میں اپنی طرف سے قیدوں، شرطوں کا اضافہ شریعت محمدیہ کی ترمیم اور تحریف ہے۔ اس لیے اس کو شدت کے ساتھ رد کا گیا ہے۔

بدعت کی سب سے بڑی خرابی بدعت تحریف دین کا راستہ ہے | یہ ہے کہ اگر عبادات میں اپنی

طرف سے قیدیں، شرطیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت دے دی جائے تو دین کی تحریف ہو جائے گی کچھ عرصہ کے بعد یہ بھی پتہ نہ لگے گا کہ اصل عبادت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی کیا اور کیسی تھی۔ پچھلی امتوں میں تحریف دین کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر کی بتلائی ہوئی عبادات میں اپنی طرف سے عبادات کے نئے نئے طریقے نکال لیے اور ان کی رسم چل پڑی کچھ عرصہ کے بعد اصل دین اور نوا ایجاد چیزوں میں کوئی امتیاز نہ رہا۔

شرعیات اسلام میں نفل کو | شرعیات اسلام نے چونکہ ہر وقت کے  
فرض سے جدا کرنے کا حکم | دوازدہ کو بند اور فنا دین کے راستہ  
کو رکھا ہے۔ اسی لیے اس کا بھی خاص

اہتمام فرمایا کہ فرائض اور نوافل میں پورا امتیاز رہے حقیقت کے اعتبار سے بھی اور صورت کے اعتبار سے بھی نمازوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تو یہ معمول رہا کہ مسجد میں صرف فرض نماز جماعت سے ادا فرماتے۔ باقی نوافل اور سنتیں عجی گھر میں جا کر پڑھتے تھے اور صحن نمازوں

کے بعد سنت یا نفل نہیں ہے۔ ان میں اگر نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا اور کوئی وظیفہ پڑھنا ہے تو بصورت نماز قبلہ رخ نہیں بیٹھتے بلکہ داسنی یا بائیں جانب پھر کر بیٹھتے ہیں تاکہ دوسری سے ہر شخص یہ سمجھ لے کہ نماز فرض ختم ہو چکی ہے۔ اب امام جو کچھ پڑھ رہا ہے۔ وہ اختیار کی چیز ہے۔ اصل سنت تو یہی ہے کہ نوافل اور نفلی عبادات سب تنہائی میں اپنے گھروں میں ادا کی جائیں اور اگر مسجد میں ہی سنتیں پڑھنا ہو تو بھی مسنون طریقہ یہ ہے کہ جماعت فرض کی ہیئت کو ختم کر دیا جائے صفیں توڑ دی جائیں لوگ آگے پیچھے ہو کر سنتیں پڑھیں۔

اسی طرح روزہ شرعاً صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے لیکن چونکہ رات کو سب لوگ عادت سے سوتے ہیں اور سونے کی حالت میں بھی کھانے پینے سے آدمی ایسا ہی رکا رہتا ہے۔ جیسا روزہ میں اس لیے سحری کھانا مسنون قرار دیا گیا تاکہ سونے کے وقت جو صورت روزہ کی ہو گئی تھی۔ اس سے امتیاز ہو جائے اور روزہ ٹھیک صبح صادق کے بعد سے شروع ہو اسی لیے سحری کھانا بالکل آخر وقت میں مستحب ہے۔ اسی طرح غروب آفتاب کا یقین ہو جاتے ہی روزہ فوراً افطار کرنا چاہیے ویر کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ کی عبادت کے ساتھ زائد وقت کا روزہ میں اضافہ نہ ہو جائے۔

آج بھی یہ سب چیزیں محمد اللہ مسلمانوں میں جاری ہیں مگر جماعت و ناواقفیت سے ان چیزوں کی حقیقت سے بے خبری ہے۔ صبح اور عصر کی نماز کے بعد عام طور پر آئمہ مساجد قبلہ کی جانب سے مرکز تو بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن اس پر نظر نہیں کر یہ مڑنا اس عرض سے تھا کہ عملاً اس کا اعلان کر دیں کہ اب فرض ختم ہو چکے ہر شخص کو اختیار ہے ہو کچا ہے کرسے جہاں چاہے

جائے مگر یہاں پوری جماعت کو اس کو پابند کیا ہوا ہے کہ جب تک تین مرتبہ دُعا جماعت کے ساتھ نہ کر لیں اس وقت تک سب منتظر ہیں پھر ان دعاؤں میں بھی خاص خاص چیزوں کی ایسی پابندی ہے جیسے کوئی فرض ہو جب تک وہ خاص دُعا میں نہ پڑھی جائیں عوام یوں سمجھتے ہیں کہ نماز کا کوئی جزوہ گیا ہے۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور شریعت اسلام کی اُقتیٰ کی صریح مخالفت ہے کہ دعاؤں اور وظیفوں کو نماز فرض کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا کہ دیکھنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ وظیفے اور دُعاؤں بھی گویا نماز کا جز ہیں۔ جو امام یہ دُعاؤں اور وظائف سب مقتدیوں کو ساتھ لے کر نہ پڑھے اس کی نماز کو مکمل نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں۔  
صحیح حدیث میں ہے کل بدعة ضلالة  
بدعت حسنة اور سیئہ | وکل ضلالة تنفی الناس یعنی ہر بدعت

گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔  
اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاح شرع میں ہر بدعت سیئہ اور گمراہی ہے کسی بدعت اصطلاحی کو بدعت حسنہ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اس اختیار سے ایسی چیزوں کو بدعت حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ تھیں۔ بعد میں کسی ضرورت کی بناء پر ان کو اختیار کیا گیا جیسے آج کل کے مدارس اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم و فنون۔ کہ اصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ نے خود فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا یعنی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورت زمانہ ضروری ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ آج ضرورت پیش آئی تو احیاء سنت کے لیے اس کو اختیار کیا گیا جو تعزیت بدعت کی اوپر لکھی جا چکی ہے۔ اس کی رو سے کو ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعت حسنہ ہی کہا جائے گا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے تراویح کی ایک جا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا

نعمت البدعة هذه یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے کیونکہ ان کو اور سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی اس لیے حقیقتہً اور شرعاً تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا استہام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضور صہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا۔ اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا اس کو فرمایا۔ بدعت حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی نقصان اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا من ابتداء بدعة يراها حسنة فقد راعها ان محمدًا صلى الله عليه وسلم خان الرسالته كان الله تعالى يقول اليوم اكملت لكم دينكم فما لويكن يومئذينا لا يكون اليوم ديننا (اعتصام ص ۱)

فاروق اعظمؓ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی اڑے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعت حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس

میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ بلکہ جو چیز اصطلاح شرح میں بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعت میں پھر کچھ درجات ہیں۔ بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں بعض مکروہ تحریمی بعض تنزیہی۔

قرآن و حدیث اور آثار صحابہ و تابعین و ائمہ دین میں بدعت و محدثات کی خرابی اور ان سے اجتناب کی تاکید پر بے شمار قرآنی آیات و روایات ہیں۔ ان میں سے بعض اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

بدعت کی مذمت قرآن و حدیث میں

علامہ شاطبیؒ نے کتاب الاعتصام میں آیات قرآنیہ کافی تعداد میں اس موضوع پر جمع فرمائی ہیں۔ ان میں سے دو آیتیں اس جگہ لکھی جاتی ہیں :-

(۱) وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ • مت جو مشرکین میں سے جنہوں نے  
مِنَ الَّذِينَ دَفَعُوا إِلَيْهِمْ أَوَّلَ الْكُفْرِ وَأَكَانَا مُكْرَمًا کیا اپنے دین کو اور ہو گئے فخری  
شَيْعَةً لِّلْحِزْبِ بِالدِّينِ كَرِهَتْ اِدْپا رٹیاں ہر ایک پارٹی اپنے طرز پر خوش ہے۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی  
تفسیر میں نقل فرمایا کہ اس سے مراد اہل بدعت کی پارٹیاں ہیں۔

(اعتقاد صحیح ۱۵)

(۲) قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا۔

آپ فرمائیے کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ضلالت میں وہ لوگ جن کی سعی و عمل دنیائی زندگی میں ضائع اور بیکار ہو گئی اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سفیان ثورؒ نے اخصس بن اعمالؒ کی تفسیر اہل بدعت سے کی ہے اور بلاشبہ اس آیت میں اہل بدعت کی حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خود تراشیدہ اعمال کو نیکی سمجھ کر خوش ہیں کہ ہم ذخیرہ آخرت حاصل کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کے اعمال کا نہ کوئی وزن ہے نہ ثواب بلکہ الٹا گناہ ہے۔

روایات حدیث بدعت کی خرابی اور اس سے روکنے کے بارے میں بے شمار ہیں۔ ان میں سے بھی چند روایات لکھی جاتی ہیں :-

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من احدث فی امرنا ما لیس منہ بوشخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز داخل نہ ہو۔ (اعتصام بحوالہ بخاری) کہے جو دین میں داخل نہیں وہ مردود ہے

۲۔ اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے :-

اما بعد فان خیرا حدیث کتاب حمد و صلوة کے بعد سمجھو کہ بہترین کلام اللہ

اللہ وخیر الہدیٰ ھدیٰ معمد کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ اور طرز عمل

وشر الامور محدثاتھا وکل محمد و صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور طرز عمل

بدعتہ ضلالتہ اخرجہ مسلم ہے۔ اور بدترین چیز نو ایجاد بدعتیں ہیں

وفی ماویۃ للنسائی کلی محدثۃ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور نسائی کی

بدعتہ وکل بدعتۃ فی النار۔ روایت میں ہے کہ ہر نو ایجاد عبادت

بدعت ہے اور ہر بدعت جہنم میں ہے۔ (اعتصام ص ۲۱)

حضرت فاروق اعظمؓ بھی یہی خطبہ دیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے خطبہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد یہ بھی فرماتے تھے۔

انکم ستحدثون و یحدث لکم تم بھی نوحہ کام لگا لو گے اور لوگ تمہارے نکل محمدتہ ضلالۃ و کل ضلالتا لیے نئی نئی صورتیں عبادت کی نکالیں گے فی الناس۔ (اعتصام ۶۶)

خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ عبادت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۳۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من دعا الی الہدی کان لہ من الاجر مثل اجور من یتبعہ لا یمنع ذلک من اجور ہو شیئا من دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثم من اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو بلائے تو ان تمام لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا جو اس کا اتباع کریں بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔

آثم ہو شیئا۔ گناہ لکھا جائے گا جو اس کا اتباع کریں گے بغیر اسکے کہ انکے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ بدعات کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے والے اور ان کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے اس کے انجام بد پر غور کریں کہ اس کا وبال تنہا اپنے عمل ہی کا نہیں بلکہ جتنے مسلمان اس سے متاثر ہوں گے ان سب کا وبال بھی ان پر ہے۔ ۴۔ ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عرابص بن ساریہؓ سے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں خطبہ دیا جس میں

نہایت مؤثر اور بلیغ و غظ فرمایا۔ جس سے آنکھیں بہنے لگیں اور دل ڈر گئے بعض حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کا وعظ تو ایسا ہے جیسے رخصتی وصیت ہوتی ہے تو آپ ہمیں بتلائیں کہ ہم آئندہ کس طرح زندگی بسر کریں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اوصیکو بتقوی اللہ والسلم و میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ الطاعة لولاۃ الامروان کان سے ڈرنے کی اور احکام اسلام کی اطاعت عبداحبشیا فان من یعشر کرنے کی اگرچہ تمہارا حکم حبشی غلام ہی کیوں منکم بعدی فسیری اعتلاقاً نہ ہوں کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے کثیرا فعلیکوبسنی و سنة بعد زندہ رہیں گے وہ بڑا اختلاف رکھیں الغلفاء الراشدین المہدیین گے۔ اس لیے تم میری سنت اور میرے تمکوا بہا وعضوا علیہا بعد غلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو بالانواجذ، وایاکو ومعدنات اختیار کرو اور اس کو مضبوط پکڑو اور الامور فان کل معدثة بدعة دین میں نواہج و طریقوں سے بچو کیونکہ وکل بدعة ضلالة۔ ہر نواہج و طریقہ عبادت بدعت ہے (اعتقاد) اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۵۔ اور حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اس کی مدد کی (اعتقاد للشاطبی ص ۸ ج ۱)

۴۔ اور حضرت جن بھری نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

”اگر تم چاہتے ہو کہ نیک صراط پر تمہیں دیر نہ لگے اور سیدھے جنت



میں جاؤ تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی نیا طریقہ پیدا نہ کرو (اعتقاداً) ، آجری کی کتاب السنہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا حدث في امتي البدع، وحب ميرى امتي بدعتيں پیدا ہو  
شتوا محبان، فليظهر العالمو جائیں اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے  
علمه فمن لم يفعل فعليه تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ  
لعنة الله والملائكة والناس اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے  
اجمعين۔ (اعتقاد میث) گا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں  
کی اور سب انسانوں کی۔

عبداللہ بن حسن نے فرمایا کہ میں نے ولید بن مسلم سے دریافت کیا کہ حدیث میں اظہار علم سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: ”اظهار سنت“  
۸۔ حضرت حذیفہ ابن یمانؓ نے فرمایا کہ

”مسلمانوں کے لیے جن چیزوں کا مجھے خطرہ ہے ان میں سب سے زیادہ خطرناک دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو چیز وہ دیکھیں اس کو اس پر ترجیح دینے لگیں جو ان کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہے دوسرے یہ کہ وہ غیر شعوری طور پر گمراہ ہو جائیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ لوگ صاحب بدعت ہیں۔

۹۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

”خدا کی قسم آئندہ زمانہ میں بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا تو لوگ کہیں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔ (اعتصام ص ۹۰ ج ۱)

(۱۰) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ”اے لوگو! بدعت اختیار نہ کرو اور عبادت میں مبالغہ اور تعقید نہ کرو۔ پرانے طریقوں کو لازم نہ پکڑو۔ اس چیز کو اختیار کرو جو از روئے سنت تم جانتے ہو اور جس کو اس طرح نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو۔“

(۱۱) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آئندہ لوگوں پر کوئی نیا سال نہ آئے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ نہ کر دیں گے۔ یہاں تک کہ بدعتیں زندہ اور سنتیں مردہ ہو جائیں گی۔ (اعتصام ص ۹۵ ج ۱)

(۱۲) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ

”بدعت والا آدمی جتنا زیادہ روزہ اور نماز میں مجاہدہ کرتا جاتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ صاحب بدعت کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے دل کو بیمار کر دے گا۔“

(۱۳) حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا۔

”کوئی قول بغیر عمل کے مستقیم نہیں اور کوئی عمل دقoul بغیر نیت کے مستقیم نہیں اور کوئی قول اور عمل اور نیت اس وقت تک مستقیم نہیں جب تک کہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔“

(۱۴) ابو عمرو شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ

”صاحب بدعت کو توبہ نصیب نہیں ہوتی (کیونکہ وہ توبہ اپنے گناہ کو

گناہ ہی نہیں سمجھتا تو یہ کس سے کرے؟  
(۱۵) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا یہ کلام حضرت امام مالکؒ اور تمام علماء  
وقت کے نزدیک ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سنتیں  
علیہ وسلم سننا وولایۃ الامہ جاری فرمائیں اور آپ کے بعد خلفاء راشدین  
من بعدہ سننا الاخذ بها نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں ان کو  
تصدیق کتاب اللہ واستکمال کرنا کتاب اللہ کی تصدیق اور اطاعت  
لطاۃ اللہ، وقوة علی دین الہی کی تکمیل اور اللہ کے دین میں قوت  
اللہ، لیس لاحد تغیرھا حاصل کرنا ہے۔ کسی طرح نہ ان میں تغیر  
ولا تبدیلھا ولا النظر فی جائز ہے نہ بدلنا اور نہ اس کے خلاف  
شیئی خالفھا، من عمل بها کسی چیز پر نظر کرنا۔ جو ان پر عمل کرے گا  
محکم ومن انتصر بحما منصو ہدایت پائے گا اور جو ان سنتوں کے ذلیعہ  
ومن خالفھا اتبع غیر سبیل اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنا چاہے گا۔ اس  
المؤمنین، ولا لا اللہ ماتوا کی مدد ہوگی اور جو ان کے خلاف کرے گا  
واصلہ جہلہ وسارت اس نے مسلمانوں کے راستہ سے مخالفت  
مصری۔ راستہ اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی  
تجویز و اختیار پر چھوڑ دے گا اور پھر جہنم  
میں جلائے گا اور جہنم میں اٹھکا نہ ہے۔

## بدعات و محدثات حضرات صوفیائے کرام کی نظر میں

بدعات و محدثات ایجاد کرنے والے اور ان پر عمل کرنے والے عموماً حضرات صوفیائے کرام اور مشائخ طریقت کی پناہ لیتے ہیں اور انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے عوام اس خیال میں ہیں کہ طریقت و شریعت دو متضاد چیزیں ہیں، بہت سے احکام جو شریعت میں ناجائز ہیں اہل طریقت ان کو جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ ایک خطرناک غلطی ہے کہ اس میں مبتلا ہونے کے بعد دین و ایمان کی خیر نہیں۔ کیونکہ انسان کو تمام گمراہیوں سے بچانے والی صرف شریعت ہے۔ جب اس کی مخالفت کو جائز سمجھ لیا گیا تو پھر ہر گمراہی کا شکار ہو جانا سہل ہے۔

اسی لیے مناسب معلوم ہوا کہ حضرات صوفیائے کرام اور مشائخ طریقت کے ارشادات بدعات کی مذمت اور اتباع سنت کی تاکید میں بقدر کفایت جمع کیے جاویں تاکہ عوام اس دھوکہ سے بچ جائیں کہ مشائخ طریقت بدعات کو مذموم نہیں سمجھتے یا اتباع سنت میں متسائل ہیں۔ اس سلسلے کے لیے علامہ شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب الاعتصام ص ۱۰۶ میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے۔ جس میں صوفیائے متقدمین کے ارشادات و بدعات مذمت بدعات جمع کیے ہیں۔ ہمارے لیے ان کا ترجمہ کر دینا کافی ہے۔

## امام طریقت حضرت فضیل بن عیاضؒ

فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے اس کو حکمت نصیب نہیں ہوتی۔

## حضرت ابراہیم بن ادھمؒ

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں دوسرا قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے، فرمایا اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مگر اس بعض کاموں کے لیے زمانہ دراز سے دعا کر رہے ہیں۔ قبول نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے قلوب مرچکے ہیں اور مردہ دل کی دعا قبول نہیں ہوتی اور موت قلوب کے دس سبب ہیں۔

اول یہ کہ تم نے حق تعالیٰ کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہیں کیا، دوسرے تم نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس پر عمل نہیں کیا، تیسرے تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ تو کیا مگر آپ کی سنت کو چھوڑ بیٹھے۔

چوتھے شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا مگر اعمال میں اس کی موافقت کی۔ پانچویں تم کہتے ہو کہ ہم جنت کے طالب ہیں۔ مگر اس کے لیے عمل نہیں کرتے، اسی طرح پانچ چیزیں اور شمار کرائیں،

اور عرض اس حکایت کے نقل سے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ترک سنت کو موت قلب کا سبب قرار دیتے ہیں۔

## حضرت ذوالنون مصریؒ

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق و اعمال اور تمام امور اور سنن میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جاوے اور فرمایا کہ لوگوں کے فساد کا سبب چھ چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ عمل آخرت کے متعلق ان کی ہمتیں اور نیتیں ضعیف ہو گئی ہیں، دوسرے یہ کہ ان کے اجسام ان کی خواہشات کا گہوارہ بن گئے۔ تیسرے یہ کہ ان پر طولِ امل غالب آ گیا یعنی دنیوی سامان میں قرونوں اور زمانوں کے انتظام کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، حالانکہ عمر قلیل ہے۔ چوتھے یہ کہ انہوں نے مخلوق کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دے رکھی ہے، پانچویں یہ کہ وہ اپنی لہجہ و کردہ چیزوں کے تابع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ بیٹھے، چھٹے یہ کہ مشائخ سلف اور بزرگان متقدمین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش صادر ہو گئی تو ان لوگوں نے اسی کو اپنا مذہب بنا لیا اور ان کے فعل کو اپنے لیے حجت سمجھا اور ان کے باقی تمام فضائل و مناقب کو دفن کر دیا۔

اور ایک شخص کو آپ نے نصیحت فرمائی کہ تمہیں چاہیے کہ سب سے زیادہ اہتمام اللہ تعالیٰ کے فرائض و واجبات کے سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا کرو، اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے ان کے پاس نہ جاؤ، کیونکہ حق تعالیٰ کی عبادت کا وہ طریقہ جو اس نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ اس طریقہ سے بہت بہتر ہے۔ جو تم خود اپنے لیے بناتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے لیے اس میں زیادہ اجر و ثواب ہے۔ جیسے بعض لوگ خلافت

سُنّت رہبانیت کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔  
بندہ کا فرض یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے آقا کے حکم پر نظر رکھے اور اسی کو  
اپنے تمام معاملات میں حکم بنائے اور جس چیز سے اس نے روک دیا ہے  
اس سے بچے۔

آج کل لوگوں کو حلاوتِ ایمان اور طہارتِ باطن سے صرف اس چیز  
نے روک رکھا ہے کہ وہ فرائض اور واجبات کو معمولی چیزیں سمجھ کر ان کا اتنا  
اہتمام نہیں کرتے جتنا کرنا چاہیے۔

## حضرت بشیر حافی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
زیارت سے مشرف ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے بشر! تم جانتے  
ہو کہ تمہیں حق تعالیٰ نے سب اقران پر فوقیت و فضیلت کس سبب  
سے دی ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں واقف نہیں۔ آپ  
نے فرمایا کہ اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ تم میری سُنّت کا اتباع کرتے  
ہو اور نیک لوگوں کی عزت کرتے ہو اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کرتے  
ہو، اور میرے صحابہ اور اہل بیت کی محبت رکھتے ہو۔

## حضرت ابو بکر دقاق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو بکر دقاق قدس سرہ جو حضرت جنیدؒ کے اقران میں سے تھے  
فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اس میدان سے گزر رہا تھا جہاں چالیس سال  
تک بنی اسرائیل قدرتی طور پر محصور رہے اور نکل نہ سکتے تھے۔ جس کو دلوئی

تیہہ کہا جاتا ہے، اس وقت میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ علم حقیقت علم شریعت سے مخالف ہے، اچانک مجھے غیبی آواز آئی۔  
کل حقیقت لا تتبع بالشويعۃ فہی کفر۔  
(ترجمہ) جس حقیقت کی موافقت شریعت نہ کرے وہ کفر ہے۔

## حضرت ابو علی جوازی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ہندہ کی نیک نیتی کی علامت یہ ہے کہ اس پر خدا اور رسول کی اطاعت آسان ہو جائے اور اس کے افعال مطابق سنت کے ہو جائیں اور اس کو نیک لوگوں کی صحبت نصیب ہو جاوے اور اپنے احباب و اخوان کے ساتھ اس کو حسن اخلاق کی توفیق ہو، اور خلق اللہ کے لیے اس کا نیک سلوک عام ہو اور مسلمانوں کی غم خواری اس کا شیوہ ہو اور اپنے اوقات کی نگہداشت کرے (یعنی ضائع ہونے سے بچائے)۔  
کسی نے آپ سے سوال کیا کہ اتباع سنت کا طریقہ کیا ہے، فرمایا کہ بدعات سے اجتناب اور ان عقائد و احکام کا اتباع جن پر علمائے اسلام کے صدر اول کا اجماع ہے اور ان کی اقتدار کو لازم سمجھنا۔

## حضرت ابو بکر ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ کمال ہمت اس کے تمام اوصاف کے ساتھ سوائے اہل محبت کے کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور یہ درجہ ان کو محض اتباع سنت اور ترک بدعت کی وجہ سے حاصل ہوا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ صاحب ہمت اور سب سے زیادہ واصل الی اللہ تھے،



ہے :- ہمت اصطلاح صوفیہ میں لقرفت اور توجہ کو کہتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے تخیل کی قوت کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کی طرف جمع کرے، اس جگہ ممکن ہے کہ یہی مراد ہو۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لقرفت اور ہمت اصطلاحی کے استعمال کا صدور کہیں صراحتہ ثابت نہیں۔ اس لیے غالباً اس جگہ ہمت کے لغوی معنی مراد ہیں، یعنی دین کے کاموں میں جُستہی اور مضبوطی، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

## حضرت ابوالحسن و راق رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ تک صرف اللہ ہی کی بدد اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء فی الاحکام کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے اور جو شخص وصول اللہ کے لیے سوائے اقتداء رسول کے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے وہ ہدایت حاصل کرنے کی خاطر گمراہ ہو گیا۔

## حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ حضرت ابو عبد اللہ مغربی اور حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہما کے اصحاب میں سے ہیں، بدعات سے سخت متنفر اور مبتدعین پر پر سخت رد کرنے والے، کتاب و سنت کے طریقہ پر مضبوطی سے قائم اور مشائخ ائمہ متقدمین کے طرز کا التزام کرنے والے تھے، یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن منازل ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن شیبان تمام فقراء اور اہل آداب و معاملات پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک حجت ہیں۔

## حضرت ابو عمر زجاجی رحمۃ اللہ علیہ

یہ عباد و زہاد کے مشہور امام حضرت حنفیہؒ اور حضرت سیفان ثوریؒ کے اصحاب میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ:-

”زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا دستور یہ تھا کہ ان چیزوں کا اتباع کرتے تھے جن کو ان کی عقلیں مستحق سمجھتی تھیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ان کو اتباع شریعت کا ارشاد فرمایا، پس عقل صحیح و سلیم وہی ہے جو محسنات شرعیہ کو اچھا اور مکروہات شرعیہ کو ناپسند سمجھے۔“

## حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال مجاہدات کیے، مگر مجھے کوئی مجاہدہ علم اور اتباع علم سے زیادہ شدید نہیں معلوم ہوا، اور اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں مصیبت پہنچ جاتا، بلاشبہ علماء کا اختلاف رحمت ہے (مگر وہ اختلاف جو تحریف و توحید میں ہو کہ وہ رحمت نہیں) اور اتباع صرف اتباع سنت کا نام ہے (کیونکہ علم سنت کے علاوہ دوسری چیز علم کہلانے کی مستحق نہیں)۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ ان کے وطن میں تشریف لائے، شہر میں ان کی ولایت بزرگی کا چرچا ہوا، حضرت ابو یزید بسطامی نے بھی زیارت کا قصد کیا اور اپنے ایک رفیق سے کہا، چلو ان بزرگ کی زیارت کر آویں۔

ابو یزیدؒ اپنے رفیق کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، یہ بزرگ گھر سے نماز کے لیے نکلے، جب مسجد میں داخل ہوئے تو جانب قبلہ میں متھوک دیا، ابو یزیدؒ یہ حالت دیکھتے ہی واپس ہو گئے اور ان کو سلام بھی

نہ کیا، اور فرمایا کہ یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب پر مامول نہیں کہ اس کو ادا کر سکے، اس سے کیا توقع رکھی جائے کہ یہ کوئی ولی اللہ ہو۔

امام شاطبیؒ اس واقعہ کو کتاب الاعتصام میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت البرزید کا ارشاد ایک اصل عظیم ہے جس سے معلوم ہوا کہ تارک سنت کو درجہ ولایت حاصل نہیں ہوتا۔ اگرچہ ترک سنت بوجہ نادانیت ہونے کے ہوا ہو،

اب آپ اندازہ کریں کہ جو اعلانیہ ترک سنت اور احداث بدعت پر مصر ہوں۔ ان کو بزرگی اور ولایت سے دور کا بھی کوئی واسطہ ہو سکتا ہے۔

## حضرت ابو محمد بن عبد الوہاب ثقفیؒ

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتے ہیں جو صواب اور درست ہوں اور صواب و درست میں بھی صرف وہی اعمال مقبول ہیں جو خالص (اس کے لیے ہوں) اور خالص میں سے بھی وہی مقبول ہیں جو سنت کے مطابق ہوں۔

نیز حضرت البرزید کا ارشاد ہے کہ ”اگر تم کسی شخص کی کھلی کھلی کرامات دیکھو، یہاں تک کہ وہ ہوائیں اُڑنے لگے تو اس سے ہرگز دھوکہ نہ کھاؤ اور اس کی بزرگی و ولایت کے اس وقت تک متفقہ نہ ہو جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ امر وہی اور جائز و ناجائز اور حفاظت حدود اور آداب شریعت کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے۔“

## حضرت شہل تستری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بندہ جو فعل بغیر اقتداء (رسول) کے کرتا ہے۔ خواہ وہ (خوبصورت) طاعت ہو یا معصیت، وہ عیش نفس ہے اور جو فعل اقتداء و اتباع سے کرتا ہے وہ نفس پر عتاب اور مشقت ہے۔ کیونکہ نفس کی خواہش کبھی اقتداء و اتباع میں نہیں ہو سکتی اور اصل مقصود ہمارے طریق (یعنی سلوک) کا یہی ہے کہ اتباع ہو اسے بچیں، نیز فرمایا کہ ہمارے (صوفیاء و کرام کے) اسات اہول ہیں، ایک کتاب اللہ کے ساتھ تہمت، دوسرے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء، تیسرے اکل حلال (یعنی کھانے پینے اور استعمال کرنے میں) اس کا لحاظ کہ کوئی چیز حرام و ناجائز نہ ہو (چوتھے لوگوں کو تکلیف سے بچانا، پانچویں گناہوں سے بچنا، چھٹے توبہ، ساتویں اولیٰ حقوق۔

نیز ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں سے مخلوق مایوس ہو گئی، توبہ کا التزام اہ سنت رسول کا اتباع، اور مخلوق کو اپنی ایذا سے بچانا، نیز کسی نے آپ سے فرمایا کہ فتوت (عالی ظرفی) کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ اتباع سنت۔

## حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میرے قلب میں معارف و حقائق اور علوم صوفیاء میں سے کوئی خاص نکتہ عجیبہ وارد ہوتا ہے اور ایک زمانہ دراز تک وارد ہوتا رہتا ہے۔ مگر میں اس کو دو عادل گروہوں کی شہادت کے بغیر قبول نہیں کرتا اور وہ عادل گروہ کتاب و سنت ہیں۔

## حضرت ابو حفص حذاو رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر وقت اپنے افعال و احوال کو کتاب و سنت کی میزان میں وزن نہیں کرتا اور اپنے خواطر (واردات قلبیہ) کو مستہم (ناقابل اطمینان) نہیں سمجھتا اس کو مردانِ راہ لقنوت میں شمار نہ کرنا، نیز آپ سے بدعت کی حقیقت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ احکام میں تعدی یعنی شرعی حدود سے تجاوز کرنا اور تہاؤں فی السنن، یعنی اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں کستی کرنا اور اتباع الآماء والاہواء یعنی اپنی خواہشات اور غیر معتبر آراء و رجال کی پیروی اور قولہ الاتباع والاقتداء یعنی سلف صالح کے اتباع و اقتداء کو چھوڑنا اور کبھی کسی صوفی کو کوئی حالت رفیعہ بغیر امر صحیح کے اتباع کے حاصل نہیں ہوئی۔

## حضرت حمدون قصاصہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگوں کے اعمال پر احتساب اور واروگیر کسی شخص کے لیے کس وقت جائز ہوتی ہے، فرمایا کہ جب وہ یہ سمجھے کہ احتساب اور امر بالمعروف مجھ پر فرض ہو گیا ہے (فرض ہونے کی صورت یہ ہے کہ جس کو امر بالمعروف کیا جائے وہ اس کا ماتحت اور تحت القدرت ہو، یا یہ یقین ہو کہ ہماری وہ بات مان لے گا۔ وغیرہ) تو اس پر خوف ہو کہ کوئی انسان بدعت میں مبتلا ہو کہ ہلاک ہو جائے گا۔ اور اس کو یہ گمان ہے کہ ہمارے کہنے سننے سے اس کو نجات ہو جائے گی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ جو شخص صالح کے احوال پر نظر ڈالتا ہے اس کو اپنا

قصور اور مردانِ راہِ خدا کے درجات سے اپنا پیچھے رہنا معلوم ہو جاتا ہے۔  
علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ غرض اس کلام کی (واللہ اعلم) یہ ہے کہ  
لوگوں کو سلفِ صالح کی اقتداء کی ترغیب دیں کیونکہ یہی حضرات اہل سنت ہیں۔

**حضرت احمد بن ابی الحارثی رحمۃ اللہ علیہ**  
فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی عمل بلا اتباعِ سنت کرتا ہے اس کا عمل باطل

ہے

**سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ**

آپ کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ عارفین پر ایک حالت ایسی آتی ہے  
کہ وہ تمام حرکات و اعمال چھوڑ کر تقرب الی اللہ حاصل کرتے ہیں۔ حضرت  
جنیدؒ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اسقاطِ اعمال کے قائل ہیں۔  
اور فرمایا کہ میں تو ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں تو اپنے اختیار سے اعمال  
تبر (طاعات و عبادات) میں سے ایک ذرہ بھی کم نہ کروں، ہاں مغلوب و  
مجبور ہو جاؤں تو دوسری بات ہے۔

اور فرمایا کہ وصول الی اللہ کے جتنے راستے عقلاً ہو سکتے ہیں وہ سب کے  
سب بحرِ اتباعِ آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلوق پر بند کر دیے  
گئے۔ (یعنی بغیر اقتداء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص ہرگز تقرب الی  
اللہ حاصل نہیں کر سکتا اور جو دعویٰ کرے وہ کاذب ہے۔)

اور فرمایا کہ ہمارا یہ مذہب کتاب و سنت کے ساتھ مقید ہے۔ نیز

ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کو حفظ نہ کرے اور حدیث رسولؐ کو نہ لکھے اس معاملہ (لقوف) میں اس کی اقتداء نہ کرنی چاہیے کیونکہ ہمارا علم کتاب و سنت کے ساتھ مقید ہے اور فرمایا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

## حضرت ابو عثمان جیری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت و صحبت تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک حسن ادب، دوسرے دوام ہدیت تیسرے مراقبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت و معیت، اتباع سنت اور ظاہر شریعت کے احترام سے حاصل ہوتی ہے اور اولیاء کی صحبت و معیت ادب و احترام اور خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی وفات کے وقت جب آپ کا حال متغیر ہوا تو صاحبزادہ نے بوجہ شدت غم دالم کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، ابو عثمان نے آنکھ کھولی اور فرمایا، بیٹا، ظاہر اعمال میں خلاف سنت کرنا یہ باطن میں ریاء ہونے کی علامت ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے نفس پر قول و فعل میں سنت کو حاکم بنادے گا وہ حکمت کے ساتھ گویا ہوگا اور جو قول و فعل میں خواہشات و ہوا کو حاکم بنائے گا وہ بدعت کے ساتھ گویا ہوگا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَان تَطِيعُوهُ تَكُنْ مَعَ الْيَقِينِ اَلَيْسَ اَنْ تَمْنِيَ نَبِيَّ كَرِيمٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي طَاعَتِ كَرُوْكَ۔ تو

اے حفظ قرآن سے غالباً مراد یہ ہے کہ احکام قرآن پر اس کی نظر ہو، اور تلاوت کا ورد ہو، اسی طرح کتابت حدیث سے ضروری احادیث کے مضامین حفظ ہونا مراد ہے جیسا کہ مشائخ سلف و خلف کے تعامل سے واضح ہے، محمد شفیع عفا عنہ

ہدایت پاؤ گے۔

## حضرت ابوالحسین نووی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں جس کو تم دیکھو کہ تقرب الی اللہ میں وہ کسی ایسی حالت کا مدعی ہے جو اس کو علم شرعی کی حد سے باہر نکال دے تو تم اس کے پاس نہ جاؤ۔

## حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ اسلام کا زوال چار چیزوں سے ہے۔ ایک یہ کہ لوگ علم پر عمل نہ کریں، دوسرے یہ کہ علم کے خلاف عمل، تیسرے یہ کہ جس چیز کا علم ہو اس کو حاصل نہ کریں۔ چوتھے یہ کہ لوگوں کو علم حاصل کرنے سے روکیں علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ یہ تو ان کا ارشاد ہے، اور ہمارے زمانے کے صوفیوں کا عام طور سے یہی حال ہو گیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا وہ شخص ہے جو اس کے ادا کر کے اتباع میں سب سے زیادہ مجاہدہ کرتا ہے اور اس کے رسول کا سب سے زیادہ تتبع ہو،

## حضرت شاہ کرمائی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی نظر کو محارم سے محفوظ رکھے اور اپنے نفس کو شہوات سے بچائے اور اپنے باطن کو دوام مراقبہ کے ساتھ معمور کرے اور ظاہر کو تباہ سنت سے آراستہ کرے اور اپنے نفس کو اکل حلال کی عادت ڈالے تو اس کی فراست میں کبھی خطا نہیں ہو سکتی۔



## حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ظاہر شریعت جس باطنی حالت کا مخالف ہو وہ باطل ہے

## حضرت ابوالعباس ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ

جو سید المصطفیٰ حضرت جنیدؒ کے اقران میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس پر آداب الہیہ کو لازم کر لے۔ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو نور معرفت سے منور فرما دیتا ہے اور کوئی مقام اس سے اعلیٰ و اشرف نہیں ہے کہ بندہ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر اور اخلاق میں ان کا متبع ہو، نیز فرمایا کہ سب سے بڑی غفلت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے غافل ہو اور یہ کہ اس کے آداب معاملہ سے غافل ہو۔

## حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں بلکہ عالم صرف وہ شخص ہے جو اپنے علم کا متبع ہو اور اس پر عمل کرے اور سنت نبویؐ کا اقتداء کرے اگرچہ اس کا علم تھوڑا ہے، کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ عاقبت کیا چیز ہے تو فرمایا۔

دین بے بدعت و	وین بے بدعت کے اور عمل بے گرفت
عمل بے آفت و	کے یعنی بدعات و مخترعات کی آفتیں
قلب بے شغل و نفس	اس میں شامل نہ ہوں اور قلب
بے شہوة	فارغ جس کو غیر اللہ کا شغل نہ ہو اور نفس

جس میں شہوت کا غلبہ) نہ ہو

اور فرمایا کہ حقیقی صبر یہ ہے کہ احکام کتاب و سنت پر مضبوطی سے قائم رہے۔

## حضرت بنان حمّال رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے دریافت کیا گیا کہ احوال صوفیہ کی اصل کیا ہے۔ فرمایا (چار چیزیں) اول یہ کہ جس چیز کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لے لیا ہے، اس میں اس پر اعتماد و توکل کرنا، (یعنی رزق) دوسرے احکام الہی پر مضبوطی سے قائم رہنا، تیسرے تلب کی حفاظت (لا یعنی تفکرات سے) چوتھے کوئین سے فارغ ہو کر توجہ محض ذات حق کی طرف رکھنا۔

## حضرت ابو حمزہ لیخداوی قدس سرہ

فرماتے ہیں کہ جس شخص کو حق کا راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اس پر چلنا بھی آسان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستے کے لیے کوئی رہبر و رہنما۔ بحزب سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و افعال و اقوال میں متابعت کے نہیں ہے۔

## حضرت ابوالسحاق رقاشی قدس سرہ

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ میں حق تعالیٰ کی نظر میں محبوب ہوں یا نہیں تو علامت اللہ تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو سب

کاموں پر ترجیح دے اور دلیل اس کی حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے  
 قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ

## حضرت ممشاد و نیوری قدس سرہ

فرماتے ہیں کہ آداب مرید کا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ کے احترام و  
 عظمت کا التزام کرے اور اخوان طریقت کی حرمت کا خیال رکھے اور  
 اسباب کی فکر میں (زیادہ) نہ پڑے اور آداب شریعت کی اپنے نفس پر  
 پوری حفاظت کرے۔

## حضرت ابو علی روزباری قدس سرہ

آپ سے کسی نے ذکر کیا، بعض صوفیاء رغناہ مزامیر سنتے ہیں اور کہتے  
 ہیں کہ یہ میرے لیے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ مجھ پر  
 اختلاف احوال کا اثر نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا کہ اس نے یہ تو سچ کہا ہے  
 کہ وہ پہنچ گیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ تک نہیں جہنم تک،

## حضرت ابو عبد اللہ بن منازل رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص فرائض شرعیہ میں سے کسی فریضے کو ضائع کرتا  
 ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ سنن کمضاعت میں مبتلا فرمادیتے ہیں اور جو شخص  
 سنن کی امضاعت میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ بہت جلد بدعات میں مبتلا ہو جاتا  
 ہے۔

# بدعتِ مروجہ

بدعت کی جو نگہ کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے۔ ہر زمانہ ہر ملک میں ہر طبقہ اور ہر مزاج کے لوگ نئے نئے طریقے بدعت کے ایجا کرتے ہیں۔ جن کا حصہ و شمار ممکن نہیں اور اصولی طور پر بدعت کی تعریف اور اس کی خرابیاں قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے ارشادات کے ذریعہ معلوم ہو جانے کے بعد بدعات کی تفصیلات جمع کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن بہت سے عوام اور نادانوں کو یہ مشکل ہوتا ہے کہ بدعت کی تعریف سن کر اس کو اپنے زمانہ کی مروجہ بدعات پر منطبق کر کے سمجھیں کہ فلاں چیز بدعت ہے فلاں نہیں اس لیے ضروری ہے

کہ ہر زمانہ میں جو بدعات رائج ہو جائیں۔ ان کو متعین اور شمار کر کے لوگوں کو بتا دیا جائے۔ اس کے لیے علماء اہل سنت نے محمد اللہ بہت سی کتابیں اردو زبان میں لکھ دی ہیں ان کو ضرور دیکھ لیا جائے۔ بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم کا مطالعہ بھی کافی ہے اور بعض بدعات مروجہ کا بھی بیان کیا جاتا ہے:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## صلوٰۃ و سلام کا مروّجہ طرقت استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ  
(الف) بعض مساجد میں کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز یہ  
دوسری نمازوں کے بعد التزام کے ساتھ جماعت بنا کر اور کھڑے ہو باؤل  
بلند بالفاظ ذیل سلام پڑھتے ہیں۔

يَا رَسُولَ سَلَامٍ عَلَيْكَ يَا بَنِي سَلَامٍ عَلَيْكَ  
وغیرہ ان میں بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں۔ یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اس لیے یہ سلام  
خود سنتا اور جواب دیتے ہیں جو لوگ ان کے اس عمل میں شریک نہیں ہوتے  
ان کو مطعون کرتے اور طرح طرح سے بدنام کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں عموماً  
مسجدوں میں نزاع اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ کیا  
اس طرح کا سلام پڑھنا مسجدوں میں جائز ہے؟ اور متولی ان مساجد کو اس  
کی اجازت دینا چاہیے یا نہیں؟

(ب) جہاں مذکورہ طریقہ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے وہاں  
(۱) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔

یا (۱۲) بغیر تشریف لائے ہوئے سلام کو خود سنتے ہیں۔  
یا (۱۳) اس طرح کے صلوٰۃ و سلام کو فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں، ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔

(ج) طریقہ مندرجہ بالا پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا قیام کے بغیر کیسا ہے اور قیام کے ساتھ ہو تو اس کا کیا حکم ہے

(د) اندرون مسجد یہ صلوٰۃ و سلام کیا حکم رکھتا ہے اور مسجد کے باہر اس کا کیا حکم ہے؟

جواب با صواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجرہوں! والسلام!

## الجواب

سوالات کے جواب دینے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام میں تمام عبادات نماز، روزہ، ذکر اللہ، تلاوت قرآن وغیرہ سب کے لیے کچھ آداب و شرائط اور حدود و قیود ہیں جن کی رعایت کے ساتھ یہ عبادات ادا کی جائیں تو بہت بڑا ثواب اور فلاح دنیا و آخرت ہے اور ان حدود و قیود سے ہٹ کر کوئی دوسری صورت اختیار کی جائے تو ثواب کے بجائے عذاب اور گناہ ہے، مناسبت تمام عبادات میں افضل ہے۔ لیکن طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے، مقرر کردہ رکعات میں کوئی رکعت زائد کر دے تو حرام ہے، جماعت کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اس سے نماز کے ثواب میں ستائیں گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن کوئی نفل نماز کی جماعت کرنے لگے تو ممنوع اور گناہ ہے، روزہ کتنی بڑی عظیم عبادت

اور اس کا ثواب کتنا بڑا ہے۔ مگر عیدین اور ایامِ محرمیں روزہ رکھنا حرام ہے، قرآن مجید کی تلاوت بہترین عبادت ہے۔ لیکن رکوع و سجدہ کی حالت میں تلاوت ممنوع ہے اور ایسے مقامات پر جہاں لوگ سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ بلند آواز سے تلاوت ناجائز ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام افضل عبادات و موجبِ برکات اور سعادت دنیا و آخرت ہے۔ مگر دوسری سب عبادات کی طرح اس کے بھی آداب و شرائط ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے سے ثواب کے بجائے گناہ لازم آتا ہے۔

## الف

جس ہیئت سے مساجد میں بطور مذکورہ اجتماع اور التزام کے ساتھ درود و سلام کے نام پر ہنگامہ آرائی ہوتی ہے اس کو درود و سلام کی نمائش تو کہا جاسکتا ہے۔ درود و سلام کہنا اس کو صحیح نہیں کیونکہ وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۱) سب سے پہلی بات یہ کہ مسجد پوری مسلمان قوم کی مشترک عبادت گاہ ہے۔ اس میں کسی فوجیہ جماعت کو فرائض و واجبات کے علاوہ کسی ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی جو دوسرے لوگوں کی انفرادی عبادت نماز، تسبیح، درود، تلاوت قرآن وغیرہ میں خلل انداز ہو۔ اگرچہ وہ عمل سب کے نزدیک بالکل جائز اور مستحسن ہی کیوں نہ ہو۔ فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں یا آواز بلند تلاوت قرآن یا ذکر جہری جس سے دوسرے لوگوں کی نماز یا تسبیح و تلاوت میں خلل آتا ہو، ناجائز ہے (شامی خلاصۃ الفتاویٰ) ظاہر ہے کہ جب قرآن اور ذکر اللہ کو آواز بلند مسجد میں پڑھنے کی اجازت نہیں تو درود و سلام کے لیے کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔

(۲) کسی نماز کے بعد اجتماع والتزام کے ساتھ بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ و تابعین سے اور نہ ائمہ مجتہدین اور علماء سلف میں کسی سے اگر یہ عمل اللہ و رسولؐ کے نزدیک محمود و متحسن ہوتا تو صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اس کو پوری پابندی کے ساتھ کرتے۔ حالانکہ ان کی پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا منقول نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود و سلام کے لیے ایسے اجتماع اور التزام کو یہ حضرات بدعت و ناجائز سمجھتے تھے۔ جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح بخاری و مسلم میں بروایت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا منقول ہے

من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو مما

یعنی جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں داخل نہ تھی تو وہ مردود ہے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت جابرؓ وارد ہے

وشوالا من محمد ثأمنوا كل بدعة ضلالة یعنی بدترین عمل وہ نئی چیزیں ہیں جو خود ایجاد کی جائیں اور ہر نواجی و عبادت گمراہی ہے۔ عبادت کے نام پر دین میں کسی نئی چیز کا اضافہ تعلیمات رسولؐ کو ناقص قرار دینے کا مراد اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریف دین کا راستہ ہے اسی لیے حضرات صحابہ و تابعینؓ نے اس معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کل عبادۃ لعینتہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوها (اے) وخذوا بطوبی من کان قبلكم .... یعنی جس طرح کی عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی تم بھی اس کو عبادت نہ سمجھو بلکہ اپنے اسلاف صحابہؓ



کا طریق اختیار کرو۔ (کتاب الاعتصام للشاطبی ص ۱۳۱ ج ۲)  
 اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اتبعوا ائمانا و لا  
 تبغوا فقد کفیتہ۔ یعنی تم لوگ (صحابہ کرام کے) آثار کا اتباع  
 کرو اور نئی نئی عبادتیں نہ گھڑو کیونکہ تم سے پہلے عبادت کا یقین ہو چکا ہے۔  
 البحر الرائق میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے سنا کہ قلاں مسجد  
 میں کچھ لوگ جمع ہوتے اور ذکر لا الہ الا اللہ اور درود شریف بلند آواز سے  
 پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ سن کر اس مسجد میں خود پہنچے اور ان لوگوں  
 سے فرمایا ما عہدنا ذالک فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم وما  
 اساکھ الا مہتد عین یعنی ہم نے یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ  
 میں نہیں پایا میں تو تم کو اس عمل کی وجہ سے بدعتی سمجھتا ہوں  
 تنبیہ۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب کلام انفرادی درود و سلام کے بارے  
 میں نہیں کیونکہ انفرادی طوڑ و درود کی کثرت کے فضائل حدیث و قرآن میں  
 مذکور اور صحابہ و تابعین کا معمول ہے نہ اس کے لیے کوئی وقت مقرر ہے نہ  
 تعداد جتنا کسی سے ہو سکے اختیار کرے اور سعادت دارین حاصل کرے۔  
 کلام صرف اس کی مردود اجتماعی صورت میں ہے۔

اسلام میں نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں مگر اس کی بھی نفلوں کی  
 جماعت کو با اتفاق فقہاء و ائمہ مکروہ کہا گیا ہے تو کسی دوسری چیز کی جماعت  
 بنا کر دوام و التزام سے کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ کرنے  
 والوں کو اس پر ایسا اصرار ہو جیسے فرض و واجب پر بلکہ اس سے بھی  
 زیادہ۔ یہاں تک کہ جو لوگ اس میں شریک نہ ہوں ان پر طعن و تشنیع کی  
 جائے۔ جو کسی حال جائز نہیں۔ کیونکہ اگر بالفرض یہ عمل بدعت بھی نہ ہوتا

تب بھی زیادہ سے زیادہ ایک نفلِ عمل ہوتا۔ جس پر فرض و واجب کی طرح اسرار کرنے اور دوسروں کو مجبور کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

جس کام پر اللہ و رسولؐ نے کسی کو مجبور نہیں کیا کسی دوسرے کو اس پر مجبور کرنے کا کیا حق ہے اور نہ کرنے کی صورت میں اس پر طعن و تشنیع کرنا ایک مستقل گناہ کبیرہ ہے جس میں یہ حضرات نادانیت سے مبتلا ہوتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ خود ان کے نزدیک بھی یہ عمل زیادہ سے زیادہ مستحب اور نفل ہے ایک نفل کی خاطر کبیرہ گناہ میں مبتلا ہونا کون سی دانشمندی ہے۔

(۳) خطاب کے الفاظ یا رسول یا نبی اگر اس عقیدہ سے ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر زمان و مکان میں موجود اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ کائنات کی ہر آواز کو سنتا اور حرکت کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح (معاذ اللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان خدائی صفات میں شریک ہیں تو کھلا ہوا شرک اور رضائی کی طرح رسول کو خدائی کا درجہ دینا ہے۔ اگر یہ عقیدہ ہو کہ رسول کریم صلعم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو گو بصورت معجزہ ایسا ہونا ممکن ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ قرآن یا حدیث سے اس کا ثبوت ہو۔ حالانکہ کسی آیت یا حدیث میں قطعاً اس کا کوئی ذکر نہیں، اور بغیر ثبوت و دلیل کے اپنی طرف کوئی معجزہ گھڑ لینا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ جس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا۔

من کذب علیّ متعتداً فلیتبتوعه من الناس یعنی جو شخص میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے۔ اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے۔ اور اگر اس طرح کوئی بھی غلط عقیدہ نہ ہو تب بھی

موسم الفاظ ہیں۔ جن میں اس عقیدہ فاسدہ کو راہ ملتی ہے۔ اس لیے بھی ان سے اجتناب ضروری ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کو یا عبیدی کہہ کر پکارنے سے اسی لیے منع فرمایا کہ یہ الفاظ خطاب کے ساتھ موسم شرک ہیں۔ البتہ روضہ اقدس کے سامنے الفاظ خطاب کے ساتھ سلام پڑھنا سنت سے ثابت اور مستحب ہے کیونکہ وہاں براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام سننا اور جواب دینا روایات حدیث سے ثابت ہے۔

الغرض روضہ اقدس کے علاوہ دوسرے مقامات میں اگر ان الفاظ خطاب کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ہے تو کھلا ہوا شرک ہے اور مجلس میں تشریف لانے کا عقیدہ ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان ہے اور دونوں میں سے کوئی غلط عقیدہ نہیں تو بھی موسم شرک ہے کی وجہ سے ایسے الفاظ ممنوع ہیں پھر اس ناجائز عمل پر اصرار کرنا دوسرا گناہ ہے اور فرض و واجب کی طرح اس کو ضروری سمجھنا تیسرا گناہ ہے اور اس میں شریک نہ ہونے والے بے گناہ مسلمانوں کو برا بھلا کہنا اور مطعون کرنا چوتھا گناہ ہے اور مساجد میں باوازا بلند کہہ کر دوسرے مشغول لوگوں کے شغل میں خلل انداز ہونا پانچواں گناہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے مَا يَفْعَلُ عَقِيبَ الصَّلَاةِ مَكْرُوهًا لِأَنَّ الْجَهْلَالَ يَتَقَدَّرُ وَنَهْ سُنَّةٌ وَأَوْاجِبَةٌ لِعِنِّ جَوْلُوكَ نِمَازَكِ بَعْدَ زَكْرِيَا وَدُودِ سَلَامٍ وَغَيْرِهِ بَاوَاذَ بَلَدٍ كَرْتَهُ هِيَ يَهْ مَكْرُوهٌ هِيَ كَيُونُكَرُ نَاوَاظِنَ لُوكَ اس كُ سُنَّتٍ يَا وَاجِبٌ سَمَجَّهْتَهُ هِيَ۔

افسوس ہے کہ بہت سے نیک دل مسلمان قرآن کریم اور رسول کریم

کی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے سبب اس کام میں شریک ہوتے ہیں یہ جذبہ محبت و عظمت بلاشبہ قابل قدر و مبارکباد ہے مگر اس کا بے جا استعمال ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مغرب کی نماز تین کے بجائے چار رکعت پڑھے۔ اور اپنے دل میں یہ حساب لگائے کہ ایک رکعت زیادہ پڑھی ہے تو مجھے ثواب اوروں سے زیادہ ملے گا۔ حالانکہ وہ کم بخت اپنی تین رکعتوں کا ثواب بھی کھو بیٹھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجتماع اور التزام کے ساتھ کھڑے ہو کر با آواز بلند مسجدوں میں درود و سلام پڑھنے کا مرد و جوہر طریقہ سراسر خلاف شرع اور باہم نزاع و جدال اور مسجدوں کو اختلافات کا مرکز بنانے کا سبب ہے۔ اس لیے متولیان مسجد اور ارباب حکومت پر لازم ہے کہ مسجدوں میں اس کی ہرگز اجازت نہ دیں۔ اگر کسی کو کرنا ہے تو اپنے گھر میں کرے۔ تاکہ کم از کم مسجدیں تو شور و شغب اور نزاع و جدال سے محفوظ رہیں۔

## ب

سوال الف کے جواب میں واضح ہو چکا ہے کہ اس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تان ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا فیصلہ خود ایک حدیث میں اس طرح فرمایا ہے من صلی علی عنہ قبوی سمعتہ ومن صلی علی نائیباہ لم یسمعہ یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو درود و سلام درود سے بھیجتا ہے۔ وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

## ج

جس طرح ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کھڑے ہو کر بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی ہر طرح جائز ہے اسی طرح درود شریف بھی ہر طرح جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری اور اس کے خلاف کو بے ادبی سمجھے تو یہ ایک غیر واجب کو اپنی طرف سے واجب قرار دینے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ خصوصاً جب کہ نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کو بیٹھ کر پڑھنے کی سنت جاری فرمائی ہے تو بیٹھ کر درود و سلام پڑھنے کو خلاف ادب کہنا اس حکم ربانی اور تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔ جیسے کوئی یہ کہے کہ قرآن کو صرف کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے بیٹھ کر پڑھنا بے ادبی ہے۔

(۵)

جواب العت میں واضح ہو چکا ہے کہ بطر مذکور سلام پڑھنے کے لیے اجتماع والتزام تو بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جو مسجد میں بھی ناجائز ہے اور مسجد سے باہر بھی فرق صرف یہ ہے کہ مسجد میں اگر کوئی بیٹھ کر مسنون درود و سلام کے الفاظ کو بھی با آواز بلند اس طرح پڑھے جس سے دوسرے حاضرین مسجد کے شغل میں خلل آتا ہو تو بھی ناجائز ہے اور مسجد سے باہر اس کی گنجائش ہے

وَاللّٰهُ مُبْحَاثُهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

## ہمدردانہ مشورہ

ہر شخص کو اپنی قبر میں سونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ ان مصلحتات میں تھک بندگی اور قدیم آبائی رسوم پر صند اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر سنجیدگی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنا چاہیے۔ اور یہ غور کرنا چاہیے

کہ دنیا کے تمام معاملات میں ہمارے جھگڑے چلتے ہی رہتے ہیں کم از کم اللہ کے گھر اور عبادتِ نماز ہی کو ہر طرح کے جھگڑے و فتاد سے محفوظ رکھا جائے۔  
بندہ محمد شفیع

عفا اللہ عنہا

## حیلة اسقاط..... یا دور؟

میت کی فوت شدہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے واجبات و فرائض کی ادائیگی یا کفارہ کس طرح کیا جاسکتا ہے جس سے وہ گناہ سے سبکدوش ہو جائے۔ اس کا بیان کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کا خلاصہ فائدہ عوام کے لیے اس بحث کے آخر میں لکھ دیا جائے گا۔

لیکن آج کل بہت سے شہروں اور دیہات میں لوگوں نے ایک رسم نکال ہے جس کو دور یا اسقاط کہتے ہیں اور جاہلوں کو بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعہ تمام عمر کے نماز و روزوں اور زکوٰۃ و حج اور تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی ہو جاتی ہے اور اس رسم کو ایسی سخت پابندی کے ساتھ کیا جاتا ہے جیسے تجہیز و تکفین کا کوئی اہم فرض ہو جو کوئی نہیں کرتا اس کو طرح طرح کے طعن دیتے ہیں

بلاشبہ فقہاء کے کلام میں دور و اسقاط کی صورتیں مذکور ہیں، لیکن وہ جن شرائط کے ساتھ مذکور ہیں، عوام نہ ان شرائط کو مانتے ہیں، نہ ان کی کوئی رعایت کی جاتی ہے۔ بلکہ فوت شدہ فرائض و واجبات سے متعلقہ تمام احکام شرعیہ کو نظر انداز کر کے اس رسم کو تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی کا ایک آسان نسخہ بنا لیا گیا ہے جو چند پیسوں میں حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر کسی کو کیا ضرورت

رہی کہ عمر بھر نماز روزہ کی محنت اٹھائے  
اس مسئلہ کے متعلق کچھ عرصہ ہوا ایک سوال آیا تھا۔ اس کا جواب کسی قدر  
مفصل ہو گیا۔ اس رسم میں ابتلا عام کے پیش نظر اُسے یہاں درج کیا جاتا ہے  
استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ  
کہ ہمارے علاقہ میں ایک حیلہ مروج ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جنازہ کے  
بعد کچھ لوگ دائرہ باندھتے ہیں اور میت کے وارث ایک قرآن شریف اور  
اس کے ساتھ کچھ نقد باندھتے ہیں اور دائرہ میں لاتے ہیں، امام مسجد جو دائرہ  
میں ہوتا ہے وہ لیتا ہے، اور یہ الفاظ اس پر پڑھتا ہے کل حق من حقوق  
اللہ من الفرائض والواجبات والکفارات والمندوبات  
بعضھا ادیت و بعضھا لتؤد الان عاجز عن ادائها  
واعطینا ہ هذه المنحة الشریفة علی هذه النقودات فی  
حیلة الاسقاط، جاء من انکم تعلمون در ایک دوسرے کی ملک  
ان یغفر لکم ہوتا ہے۔ تین دفعہ اس کو پھیرا جاتا ہے، بعدہ نصف امام کو اور نصف غزیا کو  
تقسیم کیا جاتا ہے۔

زید ایک امام مسجد ہے، اس نے اس مرد جو حیلہ کو چھوڑ دیا ہے اور کہتا ہے  
کہ اس مرد جو حیلہ کی دلیل و ثبوت اولہ شرعیہ سے کوئی نہیں، لہذا یہ بات بدعت  
ہے۔ زید کے ترک پر زید کو لوگ ملامت کرتے ہیں، اور زید باوجود حنفی المذہب  
ہونے کے اس کو وہابی کہتے ہیں، اور اس حیلہ کے جواز پر آباؤ اجداد کی دلیل لاتے  
ہیں۔ کیا زید حق پر ہے یا باطل پر، اس مرد جو حیلہ کے متعلق کیا حکم ہے، زید  
اس رواج اور اس التزام و اصرار کو ختم کرنے کا شرعاً حق دار اور مصیب ہوگا  
بعض صورتوں میں مشترک ترک میں سے روپیہ لایا جاتا ہے۔ جس

میں بعض وارث مروجہ نہیں ہوتے، نیز بعض دفعہ یتیم بچے رہ جاتے ہیں کیا یہ مال حیلہ میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں اور دائرہ والے لے سکتے ہیں یا نہیں؟  
بینا بالذلل الشرعیۃ

## الجواب

حیلہ اسقاط یا دور بعض فقہائے کرام نے ایسے شخص کے لیے تجویز فرمایا تھا۔ جس کے کچھ ممتاز، رذوہ وغیرہ اتفاقات ہو گئے، قضا کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت کے وقت وصیت کی، لیکن اس کے مال میں انعامال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نمائندہ وغیرہ کا نذیرہ ادا کیا جاسکے، یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو اس کو تو وارث بانٹ کھائیں اور تھوڑے سے پیسے لے کر یہ حیلہ حوالہ کر کے خدا و خلق کو فریب دیں، اور مختار، شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور ساتھ ہی اس حیلہ کی شرائط ہیں اس کی تصریح واضح طور پر فرمائی ہیں کہ جو رقم کسی کو صدقہ کے طور دی جائے اس کو اس رقم کا حقیقی طور پر مالک و مختار بنا دیا جائے کہ جو چاہے کرے، ایسا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں دینے کا محض ایک کھیل کیا جائے، جیسا کہ عموماً آج کل اس حیلہ میں کیا جاتا ہے، کہ نہ دینے والے کا یہ قصد ہوتا ہے کہ جس کو وہ دے رہے ہیں وہ صحیح معنی میں اس کا مالک و مختار ہے اور نہ لینے والے کو یہ تصور و خیال ہو سکتا ہے کہ جو رقم میرے ہاتھ میں دی گئی ہے میں اس کا مالک و مختار ہوں۔

دو تین آدمی بیٹھتے ہیں، اور ایک رقم کو باہمی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کر کے اٹھ جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کر دیا، اور وہ



تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گیا، حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ کوئی ثواب پہنچا، نہ اس کے فرائض کا کفارہ ادا ہوا، کرنے والے مفت میں گناہ گار ہوئے۔

رسائل ابن عابدین میں اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ منتر الجلیل کے نام سے شامل ہے اس میں تحریر فرمایا ہے

ويجب للاختزان من ان يديرها اجنبى الايو كالة كما ذكرنا وان يكون الوصى او الوارث كما علمت، ويجب الاختزان من ان يلاحظ الوصى عند دفع الصرة للفقير الهزل او الحيلة بل يجب ان يدفعها عانة ما على تملكها منه حقيقة لا تحيلا ملاحظا ان الفقير اذا ابى عن هبتها الى الوصى كان له ذلك ولا يجبر على الهبة -

(منتر الجلیل فی اسقاط ما علی الزمتمن کثیر و تلیل) جز رسائل ابن عابدین ص ۲۲۵  
الغرض اس حیلہ کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کچھ صحیح اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو لیکن جس طرح کا رواج اور التزام آج کل چل گیا ہے وہ بلاشبہ ناجائز اور بہت سے مفاسد پر مشتمل قابل ترک ہے، چند مفاسد اجمالی طور پر لکھے جاتے ہیں۔

(۱) بہت مواقع میں اس کے لیے جو قرآن مجید اور فقہ رکھا جاتا ہے وہ میت کے مترک مال میں سے ہوتا ہے اور اس کے فقہ و وارث بعض موجود نہیں ہوتے یا نابالغ ہوتے ہیں تو ان کے مشترک سرمایہ کو ان کی اجازت کے اس کام میں استعمال کرنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے لا یحل مال امّو مسلم الا بطیبت نفس منه، اور نابالغ تو اگر اجازت بھی دے دے تو وہ شرعاً نا معتبر ہے اور ولی نابالغ کو ایسے تبرعات میں اس کی طرف سے اجازت دینے کا

اختیار نہیں بلکہ ایسے کام میں اس مال کا خرچ کرنا حرام ہے۔ نبص قرآن آیت کریمہ اِنَّ الدِّیْنَ یَا کُلُوْنَ اَمْوَالِ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَا کُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (ترجمہ) جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً خرچ کرتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں“ سے ثابت ہے کہ ایسے اموال کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ (۱۲) اگر بالفرض مال مشترک نہ ہو سب وارث بالغ ہوں، اور سب سے اجازت بھی لی جائے تو تجربہ شاذ ہے کہ ایسے حالات میں یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہوتا کہ سب نے لطیف خاطر اجازت دی ہے یا برادری اور کنبہ کے طعنوں کے خوف سے اجازت دی ہے، اور اس قسم کی اجازت حسب تصریح حدیث مذکور کالعدم ہے۔ (۱۳) اور اگر بالفرض یہ سب باتیں بھی نہ ہوں سب بالغ و رشاد نے بالکل خوش دلی کے ساتھ اجازت دی ہو یا کسی ایک ہی شخص وارث یا غیر وارث نے اپنے ملک خاص سے اس کا انتظام کیا ہے تو مفاسد فیل سے وہ بھی خالی نہیں مثلاً اس حیلہ کی نفی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جس شخص کو اول یہ قرآن اور نقد دیا جاتا ہے۔ اس کی ملک کر دیا جائے اور پوری وضاحت سے اس کو بتلایا کہ تم مالک و مختار ہو جو چاہو کرو پھر وہ اپنی خوشی سے بلا کسی رسمی دباؤ یا لحاظ و مروت کے میت کی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اس طرح دے دے اور مالک بنا دے اور پھر وہ شخص اسی طرح کسی تیسرے چوتھے کو دے دے لیکن مرد و جہر رسم میں اس کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا، اول تو جس کو دیا جاتا ہے، نہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ملک ہو گیا اور وہ اس میں مختار ہے نہ لینے والے کو اس کا کوئی خطہ پیدا ہوتا ہے جس کی کھلی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس وقت پر نقد لے کر چل دے اور دوسرے کو نہ دے تو دینے والے حضرات ہرگز اس

کو برداشت نہ کریں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں تملیک صحیح نہیں ہوتی اور بدو ن تملیک کے کوئی تقض یا کفارہ یا فدیہ معاف نہیں ہوتا، اسی لیے یہ حرکت بے کار جاتی ہے (۴) مذکورہ صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو مالک بنایا جائے وہ مصرف صدقہ ہو، صاحب نصاب نہ ہو مگر عام طہ پر اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ مومن اکٹھے مساجد جو صاحب نصاب ہوتے ہیں انہیں کے ذریعے یہ کام کیا جاتا ہے۔ اس لیے بھی یہ سارا کاروبار لغو و غلط ہو جاتا ہے۔ میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا (۵) اور اگر بالفرض مصرف صدقہ بھی صحیح انتخاب کر لیا جائے اور ان کو پورا مسئلہ بھی معلوم ہو کہ وہ قبضہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مالک و مختار سمجھے پھر میت کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ دوسرے کو اور اسی طرح دوسرا تیسرے چوتھے کو دیتا چلا جائے تو آخر میں جس شخص کے پاس پہنچتا ہے۔ وہ اس کا مالک و مختار ہے، اس سے واپس لے کر آدھا امام کو اور آدھا دوسرے فقراء کو تقسیم کرنا ملک غیر میں بلا اس کی اجازت کے تصرف کرنا ہے جو ظلم اور حرام ہے، حسب تصریح حدیث مذکور (۶) اور بالفرض یہ آخری شخص اس کی تقسیم اور حصے بخرے لگانے پر آمادہ بھی ہو جائے، اور مرض کر و کر اس پر دباؤ سے نہیں دل سے ہی راضی ہو جائے تو پھر بھی اس طرح کے حیلہ کار میت کے لیے التزام کرنا اور جیسے تمہیز و تکفین جیسے واجبات شرعیہ ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو اعتقاداً ضروری سمجھنا یا عملاً ضروری کے وجہ میں التزام کرنا یہی اجدات فی الدین ہے۔ جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں اور جو اپنی ممکنہ حیثیت سے شریعت میں ترمیم و اضافہ ہے۔ لغو و بالذات نیز اس حیلہ کے التزام سے عوام الناس اور جمہالی یہ چہرہ است بھی بڑھ

سکتی ہے کہ تمام عمر بھی نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں نہ حج کریں نہ زکوٰۃ دیں، مرنے کے بعد چند پیسوں کے خرچ سے یہ سارے مفاد حاصل ہو جائیں گے جو سارے دین کی بنیاد منہدم کر دینے کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دین کے صحیح راستہ پر چلنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکورہ صدر اجمالی مفاسد کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ کر لینا کسی مسلمان کے لیے دشوار نہیں کہ یہ حیلے حوالے اور اس کی مردود رسم سب نادانیت پر مبنی ہیں۔ میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں اور کرنے والے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم،

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ ، ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

## مسائلِ فدیہ نماز و روزہ وغیرہ

مسئلہ: جس شخص نے نماز روزہ یا حج زکوٰۃ وغیرہ کی کوئی وصیت کی تو یہ وصیت اس کے توکف کے صرف ایک تہائی حصہ میں جاری کرنا وارثوں پر لازم ہوگا۔ ایک تہائی ترک کرے زائد کی وصیت ہو تو وہ سب وارثوں کی اجازت و رضا مندی پر موقوف ہے۔ اگر وہ سب یا ان میں کوئی اجازت نہ دے تو مشترک ترکہ سے وصیت پوری نہیں کی جاسکتی اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں، اس کے حصہ پر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کا کوئی اثر نہ پڑنا چاہیے، اہدایہ عالمگیری، شامی وغیرہ مسئلہ جس شخص نے وصیت کی ہو اور مال بھی اتنا چھوڑا ہو کہ اس کے ایک تہائی میں ساری وصیتیں پوری ہو سکیں تو وصی اور وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں۔ اس میں کوتاہی نہیں کریں میت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کی نماز روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کر کے مال کو خود تقسیم کر لیں تو گنہ ان کے ذمہ رہے گا۔ مسئلہ: وصیت کرنے کی صورت میں واجبات و فرائض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی (۱) ہر روز کی نمازیں و تہسمیت چھ لگائی جائیں گی اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو میر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔ یعنی ایک دن کی نماز کا فدیہ ساڑھے دس میر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔ (۲) ہر روزہ کا فدیہ پونے دو میر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔ (۳) ہر روزہ کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔ (۴) زکوٰۃ جتنے سال کی اور جتنی مقدار مال کی رہی ہے۔ اس کا حساب کر کے دینا ہوگا (۵) حج فرض اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی کوچ بدل کے لیے بھیجا جائے گا اور اس کا پورا

کراہیہ وغیرہ تمام مصارف ضروریہ ادا کرنے ہوں گے (۵) کسی انسان کا فرض ہے تو اس کا حق کے مطابق کرنا ہوگا (۶) جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے (۷) قربانی کوئی نہ گئی ہو تو اس سال میں ایک بکرے یا اس حصہ گائے کی قیمت کا نذرہ کر کے صدقہ کیا جائے (نفیۃ الجلیل) (۸) سجدہ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے (۹) اگر فوت شدہ نمازوں یا روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے گا۔

یہ سب احکام اس صورت کے ہیں کہ مرنے والے نے وصیت کر دی ہو، اور یقیناً وصیت مال چھوڑا ہو، اور اگر وصیت ہی نہیں کی یا ادائے وصیت کے مطابق کافی ترکہ نہیں ہے، تو وارثوں پر اس کے فرائض واجباً کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے سہمہری کرنا چاہیں تو موجب ثواب ہے۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ محرم الحرام کراچی

اے یعنی جس سال کی قربانی نہ گئی ہو اس سال ایک بکرے یا گائے کے ایک حصہ کی جو قیمت تھی وہ صدقہ کی جائے۔ ۱۲ واللہ اعلم

محمد رفیع عثمانی

## سایہ رسول؟

**سوال :** سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں بعض واعظ جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

**الجواب :** اگر نقل صحیح سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ بطور معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا تو کوئی مسلمان اس کے تسلیم کرنے میں تامل نہیں کر سکتا۔ نقل صحیح اس باب میں کوئی موجود نہیں۔ حدیث کی کتب متداولہ صحاح ستہ وغیرہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث وارد نہیں البتہ خصائص کبریٰ میں شیخ جمال الدین سیوطی نے اس مضمون کی ایک حدیث مرسلہ روایت کی ہے۔

باب المعجزة في بولـه وغائطه صلى الله عليه وسلم اخرج الحكيم الترمذي من طريق عبد الرحمن بن قيس الزعفراني عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد عن ذكوان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجة خصائص من مطبوعة دائرة المعارف۔ وقال في باب الاية في انه صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل۔ اخرج الحكيم الترمذي عن ذكوان بمثله ثم قال اي السيوطي۔ قل بن سبع من خصائصه ان ظله كان لا يقع على الارض وان كان نورا فكان اذا مر في الشمس او القمر لا ينظر له ظل۔ قال

مع یہ پوری بحث مستقل رسالہ کی شکل میں ادارۃ المعاد نے مل سکتی ہے۔

بعضہم وشہد لہ حدیث قولہ علیہ السلام فی دعائہ واجعلنی نوراً  
خصائص ص ۶۱ و بمثلہ ذکرہ فی المواہب نقلًا عن الفخر الرازی  
مواہب ص ۲۹۸۔

لیکن یہ روایت بہ چند وجوہ ثابت و معتبر نہیں

(۱) اول اس لیے کہ دھوپ اور چاندنی میں چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے  
واقعات جو سفر و حضر میں جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے  
تمام عمر نبوی میں پیش آئے ہیں ظاہر ہے کہ غیر محصور اور نہایت کثیر تعداد میں  
پھر دیکھنے والے صحابہ کرام ہزاروں ہزار ہیں، پھر صحابہ کرام کی عادت سے یہ بھی  
معلوم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا ذرا سی بات اور نقل و حرکت اور  
آثار و حالات کے بیان کرنے کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے۔ ان امور کا مقتضی  
یقینی طور پر یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ معجزہ ثابت ہوتا تو اس کی روایات صحابہ کرام  
کی ایک جم غفیر سے منقول ہوتی اور یقیناً حد تو اترو کو پہنچتی۔ لیکن جب ذخیرہ  
حدیث پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس بارہ میں صرف ایک حدیث اور وہ بھی  
مرسل اور وہ بھی سنداً بالکل ضعیف و دہائی نکلتی ہے جو قریباً قریب اس امر  
کا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔

۲۔ یہ حدیث مرسل ہے اور محدثین کی ایک عظیم الشان جماعت مرسل کو  
حجت نہیں سمجھتی۔

۳۔ اس حدیث کا پہلا راوی عبدالرحمن بن قیس زعفرانی بالکل ضعیف و  
مجروح اور کاذب ناقابل اعتبار ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ  
جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا ملاحظہ ہوں اقوال ذیل :-

قال فی المیزان کذبہ ابن مہدی و ابو نذرۃ و قال البخاری ذہب

حدیثہ و قال احمد لہ یکن بشئ و مخرج لہ الحاکم حدیثاً منکر و صحیحہ



ومثله في التقريب وقال في تهذيب التهذيب كان ابن مهدي يكذب  
وقال أحمد حديثه ضعيف ولم يكن بشئ متروك الحديث وقال النسائي  
متروك الحديث وقال نكريا الساجي ضعيف كتبت عن حوثرة المنقري  
عنه وقال صالح بن محمد كان يضع الحديث وقال بن عدی عامة ما  
يرويه لا يتابعه ائمة الثقات قلت قال العاکم روی عن محمد بن عمر  
حماد بن سلمة احاديث منكرة منها حديث من كرامة المؤمن على الله  
ان يغفر لمشيئته قال وهذا عندی موضوع وليس العمل فيه الا عليه  
وقال العاکم ابو احمد ذاهب الحديث وقال ابو نعیم الا صبهاني  
لا شئ - اور دوسرا روای عبد الملک بن عبد اللہ بن عبد الولید بھی مجہول الحال  
ہے کتب متداولہ میں اس کا حال مذکور نہیں۔

الحاصل اول تو ایک ایسے عامۃ الورد واقعہ میں تمام صحابہ کرام کا سکو  
اور صرف ایک حدیث مرسل کا اس میں مذکور ہونا ہی علامت قویہ روایت  
کے غیر ثابت و غیر معتبر ہونے کی ہے۔

ثانیاروایت مرسل ہے ثانی اس کا روای بالکل کا ذب واضح حدیث  
ہے جس سے اگر حدیث کو موضوع کہہ دیا جائے تو بعید نہیں۔ اور بعض حضرات  
نے جو سایہ نہ ہونے پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ  
وسلم کو حق تعالیٰ نے قرآن میں نور فرمایا ہے یا آپ اپنی دعائوں میں اجعلنی نوراً  
فرمایا کرتے تھے سورہ استدلال بالکل ناقابل التفات ہے ظاہر ہے کہ آیت میں  
نیز حدیث دعائیں نور ہونے سے یہ کسی کے نزدیک مراد نہیں کہ عالم عناصر کی کیفیتاً  
و آثار آپ میں نہ تھے یا آپ کی دعائیں خواہش یہ تھیں کہ عالم عناصر کے آثار خصوصاً  
سے علیحدہ ہو کر معاذ اللہ ہو اکی طرح غیر می ہو جائیں بلکہ باتفاق عقلاً و علماً

مراد یہ ہے کہ جس طرح نور ذریعہ ہدایت و بصیرت ہے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذریعہ ہدایت ہیں اور چونکہ نبی کا انتہائی کمال اسی میں ہے کہ شان نبوت و ہدایت درجہ کمال میں ہو اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دُعاؤں میں اس کا کمال طلب فرماتے تھے اور اسی معنی کی بنا پر قرآن کو اور تورات کو بنفس قرآن نور کہا گیا ہے۔ اسی معنی سے صحابہ کرامؓ کو نجوم ہدایت فرمایا گیا ہے علاوہ بریں یہ دُعا جعلی نوراً تو تمام اُمت کو تلقین فرمائی گئی ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بھی باقی نہیں رہتی۔

بعض حضرات نے سایہ نہ ہونے کی یہ توجیہ کی ہے کہ جس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے سر مبارک پر فرشتے یا برحمت سایہ انگن رہتا تھا۔ اگر یہ ثابت ہو بھی تو دوسری صحیح و صریح روایات اس کے معارض موجود ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں دیا ہے بھرت بروایت حضرت عائشہؓ مذکور ہے۔

ابا بکر قام للناس وجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم صامتا نطق من جاء من الانصار ممن لم يد رسول الله صلى الله عليه وسلم يحيى ابا بکر حتى اصابته الشمس رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقبل ابو بکر حتى ظلل عليه برد انفع في الناس رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك كذا في المواهب وقال الزرقاني في شرح المواهب وعند بن عقبة عن الزهري فطفق من جاء من الانصار يحسب اياه حتى اصابته الشمس اقبل ابو بکر بشئ اظله به شرح المواهب للزرقاني جلد اول ص ۳۵ و مثله يروى تظليله عليه السلام في حجة الوداع وهو مشهور ومذكور في عامة الكتب۔

اس لیے یا تو سایہ نہ ہونے کی حدیث کو بقایا لے ان روایات کے غیر ثبات  
قرار دیا جائے اور سایہ کہا جائے کہ پہلے ایسا ہو گا۔ بعد میں یہ صورت نہ رہی  
تسلطانی نے مواہب میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث ہجرت  
مذکورہ الصدر کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

فظاهر هذا انه عليه الصلوة والسلام كانت الشمس  
تصبیه وما تقدم من تظليل الغمام والملائكة له كان قبل  
بعثته كما هو صريح في موضعه زرقانی ص ۳۵ ج ۱۔ فقط

ترجمہ از احقر محمد رفیع عثمانی (یعنی ظاہر یہ بات ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم پر دھوپ پڑتی تھی اور آپ کے لیے بادلوں ملا کہ سایہ انگن ہونے کے  
جو جو واقعات ہیں وہ نبوت ملنے سے پہلے کے ہیں۔

بند محمد شفیع عطا اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَّمَ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

سوال ۱۔ عرس کے لغوی معنی کیا ہیں اور اصطلاح شرح میں عرس کی  
کیا تعریف ہے۔ قرون ثلاثہ میں اس کا وجود تھا یا نہیں اگر نہیں تھا تو یہ کب سے ہوا  
۲۔ آج کل ہندو بنگال کے چند مواضع مثلاً اجیر بریلی اور چانگام وغیرہ میں ایک  
سائزہ معین میں کوئی شاہ صاحب کسی مزار پر سجادہ نشین ہو کر بیٹھتے ہیں اور  
ان کے مریدین و معتقدین کا جم غفیر ہوتا ہے اور مزار پر عمدہ سے عمدہ

بیش قیمت غلاف پر لٹایا جاتا ہے اور یہ اور شایانے لگا کے جاتے ہیں اور مزار پر چراغاں کیا جاتا ہے اور مزار کے گرد لوگ اس مردہ کی شان میں معنوں نعتیہ گاتے ہیں اور ناچتے کودتے ہیں یہ امور جائز ہیں یا نہیں، اس صورت کے ساتھ عرس کرنے والے اور اس میں شریک ہونے والے بدعتی ہیں یا نہیں؟

۳۔ چند پیر یہاں پر ایسے بھی ہیں جو اپنے مریدوں سے سجدہ کراتے ہیں بس اس قسم کے حکم کو نوالے اور اس کے عاملین مترد اور بے دین ہیں یا نہیں اور لوگوں پر گوزبان سے حکم نہیں کرتے لیکن مریدین انہیں سجدہ کرتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتے پس ایسے پیر کے لیے کیا حکم ہے کیا یہ لوگ حسب فرمان نبویؐ السکلت عن الحق کشیطان الاخراس۔

کے شیطان نہیں ہیں۔ اور یہ مرکب معصیت کبیر ہیں یا نہیں اور بعض اپنے مریدوں کو منع کرتے ہیں لیکن مرید نہیں ملتے اور سجدہ کرتے ہیں اس وقت کبھی منع کرتے ہیں اور کبھی دم بخود ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن پھر بھی عرس بند نہیں کرتے کہ جس سے اس شرک بدعت کا قطع قبح ہو جائے۔ بلکہ عرس کو باعث ثواب سمجھتے ہیں ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے پھر یہ پیر صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ میں کیا کروں لوگ سجدہ کرتے ہیں منع کرتا ہوں وہ نہیں ملتے میں موند ہوں۔

۴۔ پیر کی کیا تعریف ہے مرکب امور بالا کو پیر بنانا اور اس کا معتقد ہونا جائز ہے یا نہیں؟

۵۔ سجدہ بغیر اللہ مطلقاً حرام ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے بعض لوگ سجدہ تجزیہ کو جائز کہتے ہیں اور وہ یہ جاہل پیر لوگ ہیں کیا واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔ کوئی ان میں فتویٰ تیسرے کا حوالہ بھی دینا ہے اور کوئی فتح القدیر کا آیا وہ عبارت صحیح

ہیں یا نہیں؟ بدعت کی تعریف اور تقسیم مع حوالہ کتب تحریر فرماتے ہوئے یہ بھی تحریر فرماتے کہ کون سی بدعت معصیت ہے اور کون سی نہیں اور عرس اگر بدعت ہو تو عرس کو بنولے کو بدعتی کہیں گے اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہوگی، نیز عرس کے بدعت ہونے پر بھی اگر کوئی شخص اسے نہ چھوڑے بلکہ اس پر مداومت اور اصرار کرے اور اسے جائز اور قابل ثواب کرنے کے لیے کوشش کرے تو ایسا شخص مُصر علی المعصیت ہے یا نہیں اور اصرار علی المعصینۃ عمداً اور باعث ثواب سمجھ کر کرنا کیسا ہے؟

یہ جن بدو دار چیزوں کو کھا کر مسجد میں آنے کی مانعت کی گئی ہے اور وہ شخص مسجد میں بسبب اس اختیاری کے نہ لگے اور جماعت میں شامل نہ ہو لیکن نیت جماعت کی سمجھے تو جماعت کا ثواب اسے ملے گا یا نہیں۔ اور جو لوگ اضطراً معذور ہوں انجو اور اذفر ہوں تو کیا ان کے لیے بھی لایقہر بن مسجد کا حکم ہو گا اور ان کیلئے بھی مانعت ہو تو انہیں بنا بر نیت حضور جماعت کے جماعت کا ثواب مل گیا یا نہیں؟

الجواب: عرس بغم اول و بغمتیں لغت عرب میں طعام و لمیمہ کو نیز نکاح کو کہا جاتا ہے کما صرح بہ القاموس آج کل ہمارے دیار میں جس کو لوگ عرس کہتے ہیں یعنی کسی بزرگ کی تاریخ و نجات پر سالانہ ان کی قبر پر اجتماع اور میلہ قائم کرنا یہ فعل بھی بدعت مستحذ نہ ہے اور یہ نام بھی اس کے لئے مستحذ نہ ہے۔ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں کیا قرون مابعد میں بھی صدیوں تک اس کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ بہت اسخ زمانہ میں ایجاد ہوا ہے مشہور یہ ہے کہ جی طرح اور تمام بدعات کی اصل ابتداء عریں نہ تھی،

بعد میں لوگوں کی تعداد نے اس کو گناہ اور رجعت بنا دیا اسی طرح اس میں بھی ابتدائی واقعہ یہ ہوا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سالانہ غیر معین تازہ کنوں میں پیران کلیر حضرت مخدوم صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے اس کی خبر سن کر آپ کے مرید بھی آنے لگے پھر لوگوں نے اس خیال سے کہ حضرت شیخ کے ساتھ حاضرین کے شائقین کو دشواری ہوتی ہے کوئی دن معین کر دیا یہاں تک بھی منکرات کا ہجوم نہ تھا۔ پھر بعد میں جہلا و متبعین نے اس کو اس حد تک طول دے دیا کہ سینکڑوں فرمات اور افعال شرک و کفر کا تماشا گاہ ہو گیا اور پھر یہ رسم سب جگہ چل پڑی اب مسئلہ عرس میں دو حیثیت قابل بیان ہیں اول نفس عرس خالی از دیگر منکرات دوسرے مع بدعات و منکرات مروجہ۔

سوامر اول کا جواب تو یہ ہے کہ اتفاقی طور پر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر بدعتیں تاریخ و بلا اہتمام خاص کے اگر ہمیشہ سالانہ بھی جایا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحب بلکہ سنت ہے بشرطیکہ منکرات مروجہ وہاں نہ ہوں لہذا اخرج ابن جریر عن محمد بن ابراہیم قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی قبور الشهداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بہا صبرتم فرنعم عقبی الدار۔ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اس قسم کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنے مکاتیب میں فرماتے ہیں۔

کہ روز عرس آئے آمنت کہ آں روز مذکور

انتقال ایشان می باشد از دارالعلیٰ بدارالتواب والابر

روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است

از مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۶۹ ج ۳

لیکن کسی معین تاریخ کو ضروری سمجھنا یا ایسا عمل کرنا جس سے دیکھنے والوں کو ضروری معلوم ہوا وہ نہ کرنے والوں پر اعتراض کی صورت پیدا ہو یہ ایک بدعت سیئہ ہے جس کا اصول اسلام میں کہیں نام نہیں۔

اصروم یعنی عرس مصطلح مع منکرات مردہ جو لوازم عرس سے سمجھے جاتے ہیں۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایک تو فی نفسہ بدعت اور پھر اس میں بہت سے مشرکاء افعال اور بدعات اور امور قبیحہ کا ارتکاب لازم آتا ہے اس لیے بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ چراغ جلانا جو ہمیں حدیث حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ جلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ)

۲۔ چادر وغیرہ چڑھانا جس کی حدیث صریح میں مخالفت ہے۔ (بخاری)

۳۔ ان کے نام کی مذمت انا جو مطلقاً حرام ہے۔

قلل فی البحر الرائق الاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا یشغل بہ الذمۃ وانه حرام بل سحت ولا یجوز لخدام الشیخ اخذه ولا اكله ولا التصرف فیہ بوجه من الوجوه۔

۴۔ پھر اس نذر کی مٹائی وغیرہ کو تبرک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا۔ ملائکہ اس کا حرام ہونا اور یہی عبارت محرم سے معلوم ہو گیا اس لئے اس کے حلال و تبرک سمجھنے میں تو اندیشہ کفر کا ہے۔ والیاض باللہ

۵۔ راگ باجہ وغیرہ جس کی مذمت و ممانعت پر احادیث کثیرہ صریحہ وارد ہوئی ہیں، تفسیر روح المعانی میں آیت اہل الحدیث کے ذیل میں تعداد میں تعداد کثیر ان روایات کی جمع کی گئی ہے فلیراجع نیز شیخ ابن حجر مکی کا رسالہ کف الرعاع عن عوامات اللہوی والسماع بھی اس موضوع میں کافی وشافی ہے

خود سونیا کے کرم کی ایک جماعت کشرہ نے بھی اسکو ناجائز فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے  
رسالہ حقوق السماع لحکیم الامتہ مولانا التھانوی مدظلہ،

۶۔ ناحشہ عورتوں کا گانا اور اجتماع جو بہت سے محرفات کا مجموعہ ہے،  
۷۔ عام عورتوں کا قبروں پر جمع ہونا جس پر حدیث میں ارشاد ہے۔

لعن اللہ من وارت المقبوس۔

۸۔ قبروں کے مجاورین کا بیٹھنا جس کی ممانعت حدیث وفقہ کی معتبر  
کتب میں منصوص ہے۔

۹۔ قبر کا طواف کرنا جو قطعاً حرام ہے ملا علی قاریؒ شرح مناسک باب  
زیارت روضۃ القدس میں فرماتے ہیں ولا یطوف ای ولایدوس

حول البقعة الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ امینۃ  
یحرم حول قبوس الاولیاء انتہی۔

۱۰۔ سجدہ کرنا جو بقصد عبادت ہو کفر صریح ہے اور بلا قصد عبادت انتہائی  
درجہ کا گناہ کبیرہ ہے کما مینائی تفصیلہ اگر تتبع کیا جائے تو اس قسم کے  
سینکڑوں گناہوں کا مجموعہ ان اعراس میں مشاہد ہو جائے گا وہی الہک کفایت  
لہم اراد الہدایت اسی لیے جس وقت سے اس قسم کے عرس کا  
رواج ہوا ہے اسی وقت سے علماء امت بلکہ خود سونیا کے کرام جو محقق  
ہوتے ہیں اس سے منع کرتے رہے ہیں حضرت تاجی شہار پائی پتیؒ جو  
علامہ علوم ظاہر کے باہر و علامہ ہونے کے خاندان نقشبندیہ میں حضرت مرزا  
منظہر جان جاناںؒ کے خلفا میں سے ہیں ارشاد الطالیسین میں فرماتے ہیں  
قبور اولیاء پر بند کردن و گنبد برآں ساختن و عرس و اشغال آن  
چراغال کردن ہمہ بدعت است بعض ازاں حرام و بعض  
مکروہ پیغمبر خدا پر شمع افزودن نزد قبر و سجدہ کنندگان و لغت گفتہ



اور بریقہ شرح طریقہ محمدیہ صفحہ ۲۲ ج ۱ میں ہے  
واقیع البدن عشرۃ وعد منہا طعام النیت وایقاد الشموع  
على المقابر والبنا على القبر وتزیینته والبیوت ونة عنده والتغ  
والسما و اتغذا الطعام للرقص واحتناع النساء لذیاسة  
القبور..... الخ اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث  
دہلوی مسائل اربعین میں فرماتے ہیں۔

”مقرر ساختن روز عرس جائز نیست در تفسیر منہری۔

می نویسد لا یجوز ما یقعہ الیہا بقبور الاولیاء والشہداء  
من السجود والطواف حولہا واتخاذ السراج والمساجد الیہا  
ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد وتسمونہ عرساً اصول کی  
بات وہی ہے جو امام ماکس نے فرمائی مالوینکٹ یومئذ دینا  
لا یكون الیوم دنیا اس لئے جس عبادت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور  
صحابہ رضابین کے زمانہ میں اصل نہ ہو وہ عبارت نہیں گمراہی ہے رسالہ  
تفسیر میں اکابر اہل طریق کے بہت اقوال اس کی تائید میں لکھے گئے ہیں۔  
فلیراجع غمہ ومثلہ فی مفتاح السنة للسیوطی ص ۵

۲۔ تفصیل مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنے والے بدعتی اور سخت  
گناہ گار ہیں۔

۳۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر یہ نیت عبادت ہو تو کفر صریح اور ارتداد محض  
ہے (غور فرمائیے) اور اگر یہ نیت عبادت نہ ہو بلکہ قصد تعظیم معروف  
ہو تو ارتداد و کفر تو نہیں لیکن سخت تر گناہ اور قریب شرک کے ہے  
کذا قال ابن حجر المکی فی الاعلام بقواطع الاسلام علی

ہامش الزواجر - ص ۳۲ ج ۳ -

وفی المواقف وشر صدق بما جاز به النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ومع ذلک سجد للشمس کان غیر مومن بالاجماع لان  
سجودہا لہا یدل بظاہرہ انہ لیس بمصدق وتحن تحکم بالظاہر

فکذلک حکمنا بعدم ایمانہ لان عدم السجود یقر اللہ داخل فی  
حقیقۃ الا یمان حتی لو علم انہ لم یسجد لہا علی سبیل التعظیم

واعتقاد الاوہیۃ بل سجد لہا وقلوب مطمئن بالایمان لم یحکم  
یکفرہ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ وان اجر علی حکم الکافر فی

الظاہر انتہی ثم قال نقل عن الروضۃ ولس من ہذا اما یفعلہ  
کثیر من الجہلۃ الظالمین من السجود بین یدی المشاخ فان

ذلک حرام قطعاً بكل حال سواء کان للقبیلۃ او یفرہا وسواء قصد  
السجود للہ او غفل فی بعض صورۃ ما یقتضی الکفر عاقبانا اللہ

تعالیٰ من ذلک انتہی - فقہم انہ قد یشکون کفرًا بان قصدہ  
عبادۃ مخلوق او التفریب الیہ وقد یشکون حرامًا ان قصدہ تعظیمہ

او الخ یہی مضمون حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی نے ہائے  
مسائل کے مسئلہ ۳۲ میں ذکر فرمایا ہے اور علی نے شرح مینہ کیمبر میں

کہا ہے حتیٰ لو سجد لغير اللہ یکفر  
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا انتہائی درجہ کاسحت

گناہ ہے اور جو پیر اپنے سامنے اس گناہ کو جاری رکھتے ہیں اگرچہ امر نہ کریں  
البتہ شریک گناہ ہیں اگر بالفرض لوگ اس کا کہنا نہیں ملتے تو یہ پیر ہی

کس کام کا ہے کم از کم اس کو ان سے علیحدہ ہو جانا فرض ہے۔

الغرض ایسے پروں سے بیعت کرنا حرام ہے جو حد و شریعہ کی پروا نہ کرتے ہوں جیسا کہ امام غزالی کی اپنی اکثر تصنیفات میں اور رسالہ کشمیریہ عوارف المعارف وغیرہ میں خود ائمہ تصوف کے اقوال سے اسکو ثابت کیا گیا ہے۔

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے القول الجلیل میں پیر یعنی شیخ کامل کی چند شرائط لکھی ہیں، جو شخص ان شرائط کے ساتھ موصوف نہ ہو اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا چاہیے بالخصوص جو شخص مترکب امور مذکورہ فی السوال ہو اور معاصی کا مترکب ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے۔

وذلك كله ظاهر

۵۔ سجد کے متعلق تفصیل سے جو نمبر ۳ میں مذکور ہو چکی اتنی بات بالا جہاں سے کہ غیر کو سجدہ کرنا حرام ضرور ہے کفر ہونے میں تفصیل ہے حرمت میں کوئی تفصیل نہیں، فتح القدیر کی طرف اباحت کو منسوب کرنا غلط محض ہے۔ بدعت لغت میں ہر نئے کام کو کہتے ہیں خواہ عادت ہو یا عبادت، جن لوگوں نے یہ معنی لئے ہیں انہوں نے بدعت کی تقسیم دو قسمیں کی ہیں، سنیہ اور حسنہ جن فقہاء کے کلام میں بعض بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے وہ اسی معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہیں ورنہ درحقیقت بدعت نہیں اور معنی شرعی بدعت کے یہ ہیں دین میں کسی کام کا زیادہ یا کم کرنا جو قرن صحابہ و تابعین کے بعد ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کرنے کی اجازت منقول نہ ہو نہ قولاً نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔

هذا ملخص ما في الطريقة المحمدية وهو جامع

ما رأيت من تعريف البدعة وان اردت التفصيل فراجعہ۔

الريقة شرح الطريقة ص ۱۳ ج ۱۔

پھر یہ عت میں درجات ہیں بعض مکروہ کے درجہ میں ہیں بعض حرام۔ بعض شرک اور کفر علی البدل سے بہر حال فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ کمافی الدر المختار وغیرہ وخلف مبتدع۔ الخ۔

۱۔ جب ان چیزوں کا ترک اس کے اختیار میں ہے اور ترک نہیں کرنا بلکہ جماعت کو ترک کر دیتا ہے تو خواہ نیت ہو یا نہ ہو ثواب جماعت نہ ہو گا البتہ جو معذور ہوں جیسے انحراف اور غیرہ ان کے لئے بھی مناسب ہے کہ جماعت میں شریک نہ ہوں تاکہ لوگوں کو ایٹانہ نہ بنے۔ ایسے لوگوں کو انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کا ثواب گھر بیٹھے مل جائیگا۔ کما صرح بہ الفقہاء والتفصیل فی رسالتی آداب الساجد۔

۵۰۔ ۱۔ زینع الاول  
سوال: مسجد میں درگاہ ہے، درگاہ پر روزانہ اودھمات کو روشنی کے لئے تیل وغیرہ کا انتظام مسجد کی کتب خانہ سے اور اہل محلہ کی طرف سے ہوتا ہے صوف درگاہ کے لئے تیل اتنی کثیر مقدار میں جمع ہو جاتا ہے کہ تمام درگاہ کی روشنی میں خرچ نہیں ہو سکتا اگر باقی ماندہ تیل کو امام مسجد اپنے ذاتی مصارف کتب بینی وغیرہ میں استعمال کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: قبول پر چراغ جلانا جائز نہیں، حدیث شریف میں ہے لعن اللہ ذوات القبور والمتخذین علیہا السراج، اس لیے جو تیل درگاہ کی روشنی کے لیے دیا جاتا ہے اس کو اصل مزار پر جلانا ناجائز ہے البتہ اگر مزار کے متعلق حجرے ہوں یا راستہ پر روشنی کی ضرورت ہو وہاں جلایا جاسکتا ہے اسی طرح حجرہ امام اگر متعلقات درگاہ میں ہو تو اس میں بھی جلا سکتے ہیں۔ ہو جائے کہ تیل بطور نذر مزار پر چڑھایا ہے تو کسی جگہ بھی اسکا استعمال

جائز نہیں کیونکہ غیر اللہ کے نام کی نذر حرام ہے اور اس چیز کا استعمال بھی حرام ہے جس کی نذر کی گئی ہو۔

صحیح بہ فی البحر الرائق مع کتاب النذر - فقط

بندہ محمد شفیع غفرلہ، ۲۹، ربيع الاول ۱۳۵۰ھ

سوال ۳ :- جب کہ مسجد کے اندر حسب ضرورت کافی روشنی ہوتی ہے اور درگاہ کی روشنی کوئی فائدہ نہیں رکھتی روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں نیز جمعرات کے دن جو ختم درگاہ پر ہوتا ہے اس میں شرکت کرنا لایا کیا حکم رکھتا ہے۔  
الجواب :- قبر پر چراغ جلا نا حرام ہے کما حداد و ختم قرآن میں اگر دوسری بدعات نہ ہوں تو شرکت میں مضائقہ نہیں، لیکن پھر بھی نذر کی اولیٰ ہے کہ یہ چیزیں اگرچہ بالفعل بدعات نہ ہوں رفتہ رفتہ بدعات سے بھی آگے تہاوز کر جاتی ہیں۔ فقط بندہ محمد شفیع غفرلہ

مسئوال :- بزرگان دین کے صد ہا مزار ہیں جن کی فاتحہ خوانی جائز و ناجائز دونوں طرح ہو رہی ہے، فاتحہ خوانی کے لئے مزاروں پر حاضر ہونے کو واجب اور فرض سمجھنا کیسا ہے۔ ایصال ثواب ہر جگہ سے ہو سکتا ہے یا مزاروں پر جانا ضروری ہے نیز اس طریقہ سے دعا کرنا کہ یا حضرت آپ اللہ دوست ہیں اور اس کے مقبول بندے ہیں آپ خدا سے میرے لئے دعا کیجئے کہ خدا مجھے مقصد میں کامیاب کرے یہ دعا جائز ہے یا نہیں؟  
مزاروں پر عرس ہوتے ہیں ان میں شرکت کرنا جائز ہے؟

الجواب :- ایصال ثواب کے لئے قبر پر جانے کی ضرورت نہیں ہر جگہ سے پہنچتا ہے۔ البتہ قبر پر جانے سے دوسرے فوائد ہیں، عامہ مومنین کی قبر پر جانے سے عبرت اور اعزاز و اتر پام کی قبروں پر عبرت کے ساتھ

اگلے حق بھی اور بزرگوں کی قبروں پر اس کے ساتھ برکات بھی، دعائیں صاحب قبر کو خطاب نہ کرنا چاہیے بلکہ یوں دعا کرے تو مضائقہ نہیں کہ یا اللہ فلاں مقبول بندے کے طفیل سے ہمارا کام کر دے۔

سوال:۔ زید شہتا ہے کہ فلاں بزرگ کی درگاہ نہایت عایشان ہے اسکی سن کروہ سفر طے کر کے درگاہ کے دست بستہ کو جاتا ہے یہ جانا کیسا ہے؟

الجواب:۔ اگر وہاں بدعات و منکرات میں مبتلا نہ ہو جائے تو جائز ہے۔ سوال:۔ زید کہتا ہے اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو فلاں بزرگ کی درگاہ پر چادر چڑھاؤں گا؟

اور وہاں بنام خدا یاد کروں گا یہ کیسا ہے۔ اگر زید کا کام حب مشافہ ہو جائے تو چادر چڑھانا اس پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ چادر قبر پر چڑھانا خود بھی ناجائز ہے اور نذر اس کی کرنا درمیر گناہ ہے اور یہ نذر بھیج بھی نہیں ہوتی۔

سوال:۔ مولود شریف جو مرویہ طریقہ سے ہوتا ہے کیا حکم رکھتا ہے مولود میں قیام جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ناجائز ہے اور اگر بدعات و تعینات مرویہ سے خالی ہو تو جائز ہے۔

سوال:۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں ایصال ثواب کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ایصال ثواب جائز ہے بشرطیکہ گیارہویں کی تخصیص نہ کرے۔ سوال:۔ بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے کھانا نزاریں

پر بھیجا جاتا ہے جائز ہے یا نہیں۔ اگر مکان میں فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کر دیا جائے تو کیا ثواب کم ہوتا ہے جیسے اکثر لوگوں کا مقولہ ہے کہ نیاز قبول نہیں ہو سکتی جب تک مزاروں پر نہ بھیجی جائے۔  
الجواب :- مزاروں پر بھیجنا فضول اور لافانی حرکت ہے ہر جگہ سے ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔

مسوالہ :- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ خوانی جو عشرہ محرم میں ہوتی ہے اس کے لیے کیا حکم ہے نیز ان کا ذکر شہادت پڑھنا کیسا ہے؟  
الجواب :- ایصال ثواب یا ذکر شہادت کے لیے عشرہ محرم کی تخصیص لغوا اور بدعت ہے۔  
بلا تعین بھی کسی وقت کرے تو جائز اور ثواب عظیم ہے۔

نقطہ  
بندہ محمد شفیع غفرلہ ۱۹ ربيع الاول ۱۴۳۰ھ

( تَمَّت )

